پر روشنی ڈالی ہے، لیکن بیعت کی ضرورت و اہمیت دکھانے مین مبالغہ سے کام لیا ہے، اصلاح و تزکیہ کے لیے رسمی بیعت کی قطعاً ضرورت نہین، بلکہ عقیدت کے ساتھ صلحاء و اخیار کی صحبت کافی ہے،

**مقننہ و قانون سازی** از جناب عبد الحفیظ صاحب صدیقی بی، ایس، سی، ایل، ایل، ایم عثمانیہ، تقطیع چھوٹی ضخامت ۲۴۴ صفحات، کاغذ، کتابت و طباعت بہتر، قیمت للعہ، پتہ:- اردو کتاب گھر، چارکمان، حیدرآباد، دکن،

ہندوستان مین سیاسی شعور کی ترقی کے ساتھ اردو مین سیاسیات کا لٹریچر بڑھتا جا رہا ہے، مقننہ و قانون سازی اس موضوع پر ایک نئی اور مفید کتاب ہے، اس کے پہلے حصہ مین ہندوستان کے دستور کی اہم خصوصیات دکھائی گئی ہین، اور اس کی مرکزی اور ریاستی حکومتون کی ترکیب ساخت اور انکی قانون سازی کے تمام پہلوؤن پر بحث کی گئی ہے، اور جا بجا دوسرے ملکون کے دساتیر کی مثالون سے اسکی وضاحت کی گئی ہے، اور دوسرے حصہ مین دنیا کی بعض بڑی حکومتون کے مقننہ اور برطانوی پارلیمنٹ کے طریقہ کار پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور آخر مین قانون سازی کے نئے رجحانات دکھائے گئے ہین، یہ کتاب سیاسیات کے طلبہ کے علاوہ جو لوگ اس کا ذوق رکھتے ہون، ان کے بھی مطالعہ کے لائق ہے۔

**میلادِ نبویؐ** مرتبہ قدسیہ نسیم صاحبہ، تقطیع چھوٹی ضخامت ۴۰ صفحات، کاغذ، کتابت و طباعت معمولی، قیمت تحریر نہین، پتہ: ڈاکٹر مسز قدسیہ نسیم بذریعہ نسیم خان صاحب اگزیکیٹیو افیسر، مراد آباد،

عام طور سے جو میلاد نامے رائج ہین ان مین زیادہ تر دور از کار اور شاعرانہ داستانین ہوتی ہین، جنکو سیرت اور اسوۂ نبوی سے کوئی علاقہ نہین ہوتا، مؤلفہ نے یہ میلاد نامہ علامہ شبلی مرحوم کی سیرت اور دوسری مستند کتابون سے مرتب کیا ہے، اور اسمین نہایت مستند اور مختصر سوانح نبوی اور سیرت پاک کے ان اخلاقی اور سبق آموز واقعات کو جو مسلمانون کیلیے نمونۂ عمل کا کام دے سکتے ہین لکھا گیا ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بعض مشہور غیر مسلم مصنفین کی رائین نقل کی ہین، اس لحاظ سے یہ رسالہ مفید اور نسوانی محافل میلاد مین پڑھنے کے لائق ہے، "م"



جلد ۷۲ ماہ ذی قعدہ ۱۳۷۲ھ مطابق ماہ اگست ۱۹۵۳ء عدد ۲

مضامین



مقالات



آثار علمیہ و ادبیہ



ادبیات



---

# شذرات

اردو علاقائی زبان کمیٹی کی جانب سے ۲۶ جولائی کو لکھنؤ میں جو کانفرنس ہوئی تھی، وہ ہر لحاظ سے نہایت کامیاب رہی، اردو کے حامیوں کا اتنا بڑا منتخب اور نمایندہ اجتماع غالباً پہلی مرتبہ ہوا ہے جس میں ہندو مسلمان اور سکھ ہر فرقہ کے کئی سو نمایندے، صوبہ کے ممتاز ادیب و اصحاب قلم اور عمائد شہر شریک ہوئے، اگرچہ کانفرنس کا داخلہ صرف بیرونی نمایندوں اور مجلس استقبالیہ کے ممبروں تک محدود تھا، مگر خود ان کی تعداد اتنی بڑی تھی کہ گنگا پرشاد میموریل کا وسیع ہال پورا بھرا ہوا تھا، اور ہال کے باہر سیکڑوں شائقین کا مجمع تھا، جلسہ کی کارروائی شروع سے آخر تک نہایت پرسکون فضا میں ہوئی، تقریریں بڑی ٹھنڈی اور سنجیدہ تھیں، پنڈت سندر لال کی تقریر البتہ پرجوش تھی، انھوں نے حکومت اور اردو کے مخالفین کو ایسی کھری کھری باتیں سنائیں جن کو کوئی مسلمان آج کل زبان پر لانے کی جرأت نہیں کر سکتا، درحقیقت اسی قسم کے حق پرستوں سے ہندوستان کی جمہوریت اور سیکلرزم کا بھرم قائم ہے، کانفرنس اور اس کی مجلس استقبالیہ کے لائق صدر ڈاکٹر ذاکر حسین خان اور پنڈت کشن پرشاد کول کے خطبے بڑے متین اور مدلل، اور متوازن تھے، کانفرنس کے متعلق ایک نمایش بھی تھی، جس میں اردو علاقائی زبان کی تحریک کے مختلف پہلوؤں کو نقشوں اور اعداد و شمار میں دکھایا گیا تھا،

ضبط و نظم کے اعتبار سے بھی کانفرنس بہت کامیاب تھی، اردو کے مخالفین نے مختلف تدبیروں سے جلسہ کو درہم برہم کرنے کی کوشش کی، اردو کی مخالفت میں مطبوعہ اشتہارات تقسیم کئے، اشتعال انگیز نعرے لگائے، جلسہ گاہ میں گھسنے کی کوشش کی، اور اس کی مزاحمت میں ایک رضاکار کو چاقو سے سخت زخمی کر دیا، حیات اللہ صاحب انصاری



کو بھی چوٹیں آئیں مگر کانفرنس کے منتظمین اور شرکا نے بڑے ضبط و تحمل سے کام لیا اور اس کی کارروائی پورے سکون و خاموشی کے ساتھ جاری رہی جو اس کی کامیابی کا ایک اور ثبوت ہے، اردو کے مخالفین کی جانب سے تو اس قسم کی حرکتیں تعجب انگیز نہیں ہیں مگر حکومت کے احساس ذمہ داری اور حسن انتظام پر ضرور حیرت ہے کہ ایک ایسے جلسہ کی حفاظت کیلئے جسمیں مخالفین کے مظاہرہ کا پہلے سے اندیشہ تھا، پولیس کا کوئی خاص انتظام نہ تھا، اور ایسے سنگین واقعہ کے بعد بھی حکومت نے اس کی جانب کوئی توجہ نہ کی اور غالباً ابھی تک کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آئی ہے، اگر اس قسم کا واقعہ اردو کے حامیوں کی جانب سے ہندی کے کسی جلسہ میں پیش آجاتا تو [illegible]

جہاں تک انجمن ترقی اردو اور اردو علاقائی زبان کمیٹی کے اختیار میں تھا انھوں نے اس مہم کو کامیابی کی ایک منزل تک پہنچا دیا، اور اردو کی حمایت میں بیس لاکھ سے زیادہ دستخط حاصل کرلئے جس کا تصور بھی پہلے مشکل معلوم ہوتا تھا، اس کا سہرا کمیٹی کے ارکان خصوصاً حیات اللہ صاحب انصاری اور ان کی بیگم کے سر ہے، اگر یہ دونوں ہمت اور استقلال سے کام نہ لیتے، تو اس کام کا اس خوش اسلوبی سے انجام پانا مشکل تھا، جس کے لئے وہ مبارکباد کے مستحق ہیں، اب دوسرا مرحلہ ان دستخطوں کو میمورنڈم کی شکل میں صدر جمہوریہ کے سامنے پیش کرنے کا ہے، اس کا مسودہ مرتب ہو چکا ہے، اور وفد کے ارکان بھی قریب قریب منتخب ہو چکے ہیں اسلئے یقین ہے کہ یہ مرحلہ بھی جلد طے ہو جائیگا،

ہندوستان کے دستور میں یہاں کے ہر فرقہ، اور ہر طبقہ کے مذہب، زبان اور کلچر کے تحفظ کی پوری ضمانت موجود ہے، اور اتر پردیش میں اردو زبان کا مسئلہ تنہا مسلمانوں کا نہیں بلکہ ہندو مسلمانوں کا مشترک ہے بلکہ سکھ بھی اس میں شامل ہیں اور اس تحریک میں ان سبھی کی کوششیں شریک رہی ہیں، اور ہندوستان کی آزادی اور اس کے دستور کی تشکیل کے بعد غالباً یہ پہلی عرضداشت محضر کی شکل میں صدر جمہوریہ کے سامنے پیش ہوگی، اسلئے اس کا فیصلہ انڈین یونین کی سیکلرزم اور جمہوریت کا بہت بڑا امتحان ہے، گو اردو کے مخالفین نے ابھی سے اس کو ناکام بنانے کی تدبیریں شروع کر دی ہیں، مگر صدر جمہوریہ کے فیصلہ سے پہلے کچھ کہنا قبل از وقت ہے، اور امید یہی رکھنا چاہئے کہ حکومت اس معاملہ میں سیکلرزم کی لاج رکھے گی اور عدل و انصاف کیساتھ اس کا فیصلہ کرے گی،

افسوس ہے کہ گذشتہ مہینہ مظفرپور بہار کے مشہور صاحب علم اور علم دوست رئیس مولوی ریاض حسن خان خیال نے اناسی سال کی عمر میں انتقال کیا، وہ اور ان کے بڑے بھائی مولوی اعجاز حسن خان مرحوم قدیم مشرقی تہذیب و شرافت

قدامت و وضعداری کا نمونہ تھے اللہ تعالیٰ نے اُن کو دولت دنیا کے ساتھ علم کی دولت سے بھی نوازا تھا اُن کا خاندان صوبہ بہار کے تاریخی اور صاحب وجاہت خاندانون مین تھا، دونون بھائی صاحب علم و نظر اور وسعت معلومات کے لحاظ سے زندہ کتب خانہ تھے، اعجاز حسن خان مرحوم کے مضامین الندوہ اور معارف وغیرہ مین نکلتے رہتے تھے اس علمی ذوق کی بنا پر اُن کے بہت سے ہم عصر اصحاب علم و کمال سے اُن کے تعلقات تھے، مولانا شبلی مرحوم کے خاص دوستون مین تھے، مکاتیب شبلی مین ریاض حسن خان کے نام کے بہت سے خطوط ہین، مولانا مرحوم جب پٹنہ جاتے تو انہی کے مہمان ہوتے تھے، اس سلسلہ مین ایک ادبی لطیفہ قابل ذکر ہے،

ایک مرتبہ مولانا ان کے مہمان تھے، ریاض حسن خان کی طبیعت کچھ ناساز تھی، وہ دوسرے کمرے مین تھے، مولانا جب اُن کی مزاج پرسی کے لئے پردہ اُٹھا کر کمرہ مین داخل ہوئے تو ریاض حسن خان احتراماً اٹھ کر بیٹھ گئے، مولانا نے فرمایا آپ بیمار ہین تکلف نہ کیجئے لیٹے رہئے، ریاض حسن خان نے اس کے جواب مین مولانا کا یہ شعر پڑھ دیا،

با ہمہ دعویٰ تمکین نتوان خواست ز من
کہ تو از پردہ بدر آئی و برجا باشم

یہ برجستہ جواب سُن کر مولانا بہت محظوظ ہوئے اعجاز حسن خان مرحوم کا انتقال فروری ۱۹۳۹ء مین ہوا تھا، ۱۴ سال کے بعد چھوٹے بھائی بھی بڑے بھائی سے جا ملے، وہ قدیم تہذیب و شائستگی کا نمونہ اور اس کی یادگار تھے، اسلئے انکی موت سے اس دور کی پوری تاریخ اور تہذیب دفن ہوگئی، اللہ تعالیٰ اس ریاض علم کو ریاض رضوان سے سرفراز فرمائے۔

اس مہینہ کی ابتدائی تاریخون مین دار المصنفین کی مجلس عاملہ کے صدر مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی تشریف لائے تھے اگرچہ موصوف کا قیام بہت مختصر رہا تاہم رفقاء آپکے فیض صحبت اور علمی مشورون سے مستفید ہوئے اتفاق سے اسی زمانہ مین قاضی عبد الغفار صاحب سکریٹری انجمن ترقی اردو اور پنڈت سندر لال بھی اعظم گڈہ آئے تھے ان کی آمد کی تقریب مین دار المصنفین مین عمائد شہر کا اجتماع ہوا اور بڑی پرلطف صحبت رہی قاضی صاحب کی آمد سے اعظم گڈہ کے اردو کے کارکنون مین بڑی سرگرمی پیدا ہو گئی ہے،

---



# مقالات

## گوتم بدھ اور صابیون

از

جناب مولانا سید فضل اللہ صاحب استاذ شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ

اقوام عالم یا اہل مذہب ہین یعنی اُن کے لئے شریعت و دین ہے، ان کا شمار اہل کتاب مین ہے، یا لا مذہب ہین اور اُن کی کوئی شریعت و دین نہین ہے، اگر خدا کے وجود کے قائل ہین تو موحد ہین ورنہ دہرئیے، ابو زید احمد بن سہل البلخی نے کتاب البدء والتاریخ مین لکھا ہے،

| | |
|---|---|
| ناصل دیانۃ کل ذی دین مین | زمین کے بسنے والون مین ہر دیندار کی دینداری |
| اھل الارض ان اللہ خالقہ و | کی بنیاد یہ ہو کہ وہ یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ خدا ہی |
| مفنیہ ومحییہ وممیتہ وھو | اس کا خالق ہے، وہی فنا کرتا ہے، وہی زندہ |
| یامرہ بالعدل والاحسان وینھاہ | کرنے والا ہے، اور وہی مارنے والا ہی انصاف |
| عن الفحشاء والمنکر والبغی و | اور احسان کا حکم دیتا ہو، اور بے حیائی، برائی |
| یبعثہ بعد موتہ فیجا وبہ | اور بے راہ روی سے منع کرتا ہے، وہی مرنے |
| الثواب علی احسانہ والعقاب | کے بعد زندہ کرے گا، اور نیکیون کا ثواب اور |
| علی سیئاتہ لا یختلف فیھا مختلف | برائیون کی سزا دیگا، اس مین کسی کو بجز ہر نوع کے |

الا معطلة الدهرية وهم شرذمة قليلة واما اهل الكتاب فلزمهم ان يعتقدوا ما ذكرنا، (الفرق بین الفرق ص ۳۴۷)

کوئی اختلاف نہین جو بہت کم ہین ارہے اہل کتاب تو ان کے لئے ان سب باتون کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے،

ہر مذہب مین چند ایسے عقائد ہوتے ہین جو اصول مذہب کہلاتے ہین جن پر مذہب کی عمارت قائم ہوتی ہے، ان کا اتحاد مذہب کا اتحاد اور ان کا اختلاف مذہب کا اختلاف ہوتا ہے، اسی لئے موحد مشرک نہین ہوسکتا، مشرک مومن نہین ہوسکتا، مومن دہری نہین ہوسکتا، اسی طرح یہودی عیسائی نہین ہوسکتا، عیسائی موحد نہین ہوسکتا، صابی عیسائی نہین ہوسکتا،

ارباب تاریخ کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت آدم پہلے بشر ہین، اُن کے عہد مین اُن کی تمام اولاد کا ایک مذہب تھا، بعد مین جب ان مین اختلاف ہوا، اور اس کا ثمرہ (فساد) ظاہر ہوا تو قیام امن اور دفع فساد کے لئے بعثت رسول کی ضرورت ہوئی، چنانچہ کلام مجید مین ہے،

كان الناس امة واحدة فبعث الله النبيين مبشرين ومنذرين وانزل عليهم الكتاب بالحق ليحكم بين الناس فيما اختلفوا فيه، (بقرہ - ع ۲۵)

لوگ ایک مذہب پر تھے، پھر خدا نے نبیون کو بھیجا، جنھون نے خوشخبری سنائی، اور ڈرایا، اور ان پر خدا نے سچی کتاب اتاری، تاکہ اُس کے ذریعہ وہ لوگون کے اختلاف کا فیصلہ کرین،

اس آیت سے تین باتین معلوم ہوئین (۱) ابتدا مین تمام لوگ ملت واحد پر تھے (۲) بعد مین یہ اتحاد اختلاف سے بدل گیا (۳) اس لئے اللہ تعالیٰ نے انبیا بھیجے تاکہ وہ ڈرائین اور خوشخبری سنائین، اور اُن کو سچی کتاب دی جس کے ذریعہ سے اُن کے اختلافات کا فیصلہ کرین،

اس مین اختلاف ہے کہ جس ملت پر ابتداءً تمام انسان متفق تھے، وہ کیا تھی، ابوریحان بیرونی نے



لکھا ہے کہ یہ ملت شرک تھی یعنی ابتدا مین سب مشرک تھے،

حتی قیل ان كون الناس قبل بعثة الرسل امة واحدة هو على عبادة الاوثان، (کتاب الہند ص ۵۳)

بعض کا خیال ہے کہ رسولون کے آنے سے پہلے لوگ ایک ہی مذہب پر تھے، اور وہ مذہب بُت پرستی تھا،

حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک یہ ملت اسلام تھی یعنی سب مسلمان تھے، چنانچہ ابن تیمیہ لکھتے ہین کہ

قال ابن عباس كان بين آدم و نوح عشرة قرون كلهم على الاسلام[1]

ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ آدم اور نوح کے درمیان دس قرن گذرے ہین، جو سب کے سب مسلمان تھے،

قرائن اور دلائل ابن عباسؓ کے مؤید ہین، اس لئے یہی مذہب راجح ہے، کیونکہ قدرۃً اولاد، مذہب مین اپنے ماں باپ کی تابع ہوتی ہے، اس لئے اسلام نے بھی اسی تعامل کا اعتبار کیا، اور یہ حکم دیا ہے کہ نابالغ اولاد کے ماں باپ اگر کافر ہون تو وہ بھی کافر ہون گے، حضرت آدمؑ چونکہ مسلم تھے، اس لئے اُن کی اولاد بھی مسلم ہوگی، شب و روز کا مشاہدہ ہے کہ کسی مذہب کے تمام پیرو اتباع مذہب اور اس پر عمل مین یکسان نہین ہوتے، بعض زیادہ زاہد، زیادہ پرہیزگار، زیادہ متقی اور زیادہ عبادت گذار ہوتے ہین، اور بعض ایسے نہین ہوتے، پہلا طبقہ مقرب اور صالحین کہلاتا ہے، اور دوسرا عوام کا، عوام مقربین بارگاہ اور خاصان خدا کی عظمت و خدمت کرتے ہین، اور اس کو اپنی نجات اور فلاح کا ذریعہ سمجھتے ہین، اور اُن کی موت کے بعد بھی اُن کی قبرون کا اُن سے زیادہ احترام کرتے ہین، چڑھاوے چڑھاتے ہین، منتین مانتے ہین، نذر و نیاز کرتے ہین، یہان تک کہ یہ چیز قبر پرستی اور شرک کا پیش خیمہ بن جاتی ہے، شرک کے اسباب

[1] الرد علی المنطقیین، ابن جریر و حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے اور حاکم نے صحیح الاسناد بتایا ہے، حافظ ابن کثیر کہتے ہین کان الناس کانوا علی ملۃ آدم حتی عبد الاصنام، (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۲۵۰)

مین تعظیم پہلا سبب اور ستارہ پرستی دوسرا سبب ہے،

علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہین،

اصل الشرک من تعظیم القبور
وعبادة الکواکب والشرک فی
بنی آدم اکثرہ عن اصلین اولھما تعظیم
قبور الصالحین وتصویر تماثیلھم
للتبرک بھا وھذا اول الاسباب
التی بھا ابتدع الآدمیون الشرک
والسبب الثانی عبادة الکواکب[۱]،

قبرون کی عزت اور ستارہ پرستی شرک کی
اصل ہے، آدم کی اولاد کے شرک کے دو سبب
ہین، ایک تو صالحین کے قبرون کی تعظیم اور برکت
کے لئے اُن کے مجسمون کی تصویرین ہین، یہ پہلا
سبب ہے جس کے ذریعہ سے انسانون نے
شرک ایجاد کیا، اور دوسرا سبب ستارہ
پرستی ہے،

قدیم ملت واحدہ مین جو صلحاء و ابرار اور انبیاء ہوئے اُن کے مرنے کے بعد عوام نے ان کی قبرون
کی پرستش شروع کی، اس مین دو فریق ہوگئے، موحد اور مشرک، ابن خلدون نے لکھا ہے[۲]،

واتفقوا علی ان الارض عمرت
بنسلہ (آدم) احقاباً واجیالاً بعد
اجیال الی عصر نوح علیہ السلام
وانہ کان فیھم انبیاء مثل
شیث وادریس وملوک فی
تلک الاجیال معدودون و
طوائف مشھورون بالنحل

لوگون کا اس پر اتفاق ہے کہ زمین مدت
دراز تک نسل آدم سے آباد رہی، یہانتک
کہ حضرت نوح کا زمانہ آیا، اور ان مین
کچھ انبیاء ہوئے، جیسے حضرت شیث ؑ
حضرت ادریس، اور کچھ بادشاہ، اور کچھ
جماعتین تھین جو مذہبی اعتبار سے مشہور
تھین، جیسے کلدانی جس کے معنی موحد مین

---

[۱] الرد علی المنطقیین [۲] تاریخ ابن خلدون ص ۵ جلد ۲،



مثل الکلدانیین ومعناہ الموحدون
ومثل السریانیین وھو المشرکون

یا جیسے سریانی جو مشرک ہین،

البیرونی کتاب الہند مین لکھتے ہین :-

(مبدأ عبادة الاصنام وکیفیة المنصوبات)
معلوم ان الطباع العامی نازع
الی المحسوس نافر عن المعقول
الذی لا یعقلہ الا العالمون
الموصوفون فی کل زمان ومکان
بالقلة ولسکونہ الی المثال
عدل کثیر من اھل الملل الی
التصویر فی الکتب والھیاکل
کالیھود والنصاری ثم المنانیة
خاصة وناھیک شاھداً علی
ما قلتہ انک لو ابدیت صورة
النبی صلی اللہ علیہ وسلم، او مکة والکعبة
لعامی او امرأة لوجدت من
نتیجة الاستبشار فیہ دواعی
التقبیل وتعفیر الخدین و
التمرغ کانہ شاھد المصور

(بت پرستی کی ابتدا اور بتون کی کیفیت)
معلوم ہو کہ عوام کی طبیعت محسوس کی طرف
متوجہ ہوتی ہے، اور اس معقول سے نفرت
کرتی ہے جس کو عالم کے سوا اور کوئی نہیں
سمجھتا، اور ہر زمانہ مین اور ہر جگہ ایسے عالم
کم ہین، اور چونکہ عامی کو مثال سے سکون
حاصل ہوتا ہے، اس لئے مذہب والون نے
اپنی اپنی کتابون اور عبادتگاہون مین
تصویرین بنائین، جیسے یہودی و نصاریٰ،
پھر مانی کے پیروون نے خاص طور پر اسکی
جانب توجہ کی، اس کا ثبوت یہ ہے کہ اگر
تم نبی کریم کی، یا مکہ اور کعبہ کی تصویر کسی
عورت یا عامی کے سامنے پیش کروگے تو وہ
فرط مسرت مین چومنے لگین گے، اپنے رخسارے
اس پر رگڑین گے، بدن سے اس کو مس کرینگے،
اور ایسا معلوم ہوگا کہ گویا وہ تصویر کو نہین

وقضى بذلك مناسك الحج و العمرة وهذا هو السبب الباعث على ايجاد الاصنام باسامى الاشخاص المعظمة من الانبياء والعلماء و الملائكة بذكرة امرهم عند الغيبة والموت مبقية آثار تعظيمهم فى القلوب لذى الفوت الى ان طال العهد بعاملیها ودارت القرون و الاحقاب عليها ونسيت اسبابها ودواعيها وصارت رسما وسنة مستعملة ثم داخلهم اصحاب النواميس من بابها اذ كان ذلك اشد انطباعا فيهم ما دجوه عليهم وقلدنا ووردت الاخبار فيمن تقدم عهد الطوفان وفيمن تأخر عنه؛

بلکہ جس کی تصویر ہے اوس کو دیکھ رہے ہین اور اس تعظیم و تکریم سے انھون نے حج و عمرہ کے مناسک پورے کرلئے یہی جذبہ ہے جو بتون کے ایجاد کا باعث ہوا، اسی نے انبیاء، علماء، اور فرشتون کی تصویرین بنوائیں جو اُن کی عدم موجودگی مین اُن کی یاد دلاتی ہین، اور اُن کی موت پر دلون مین عظمت قائم رکھتی ہین کہ ان مصورون اور اس عمل پر ایک زمانہ دراز گذر گیا، اور اس کے اصلی اسباب و وجوہ فراموش ہوگئے، اور اب یہ تصویر اور اس کی تعظیم ایک رسم اور رائج طریقہ بن کر رہ گئی، پھر مکار لوگ اس دروازہ سے داخل ہوئے، (یعنی ان لوگون نے بزرگون کی تصویر رکھنی شروع کی اور عوام کو اس کی طرف متوجہ کیا) کیونکہ یہ طریقہ دل مین جگہ کر لیتا ہے، انھون نے اسے ضروری قرار دیا (حالانکہ اصل تصویر بنانے والون نے انکو ضروری قرار نہیں دیا تھا) اور یہی حالات ان لوگون کے تھے



(کتاب الهند ص ۵۳)

جو طوفان سے پہلے تھے، اور اُن مین بھی جو طوفان کے بعد تھے،

حضرت نوح سے پہلے اور اُن کے بعد جو انبیا اور صلحا ہوئے عوام نے اُن کی اور اُن کی قبرون کی تعظیم کی، اور جب قبرون کی پوجا سے شرک شروع ہوا تو اس کی اصلاح کے لئے رسول آئے پہلے رسول حضرت شیث تھے، ابوزید احمد بن سہل البلخی لکھتے ہین[1]،

شيث بن آدم وهو اول نبى اعطى الرسالة بعد آدم؛

آدم کے بیٹے شیث پہلے نبی ہیں جن کو آدم کے بعد رسالت عطا کی گئی،

علامہ شہرستانی لکھتے ہین[2]:-

واعتقاد مانى فى الشرائع والانبياء ان اول من بعثه الله بالعلم و الحكمة آدم ابو البشر ثم شيثا بعده ثم نوحا بعده ثم ابراهيم بعده عليهم الصلوٰة والسلام ثم بعث بالبدوة الى ارض الهند و زرادشت الى ارض فارس

شرائع اور نبیون کے بارے مین مانی کا اعتقاد یہ ہے کہ خدا نے سب سے پہلے جس کو علم و حکمت عطا کر کے نبی بنایا، وہ آدم ہین، اُن کے بعد شیث ہین، پھر نوح، پھر ابراہیم، پھر بدھ کو ہند مین، اور زردشت کو فارس مین بھیجا،

یہ معلوم ہے کہ حضرت شیث علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کے صلبی بیٹے تھے مشہور ہے کہ اجودھیا ضلع فیض آباد مین جو ہنود کا بڑا تیرتھ گاہ ہے، حضرت شیث علیہ السلام کی قبر ہے، مجھے بھی اس قبر پر فاتحہ پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے، اس شہرت کے خلاف کوئی ایسی وجہ نہین جو اس کو مشکوک کر دے، بلکہ بعض قرائن اس کے مؤید ہین، جیسے حضرت ادریس کا جو اُن کی اولاد مین ہین ہندوستان آنا، اور خود حضرت

[1] البدء والتاریخ ج ۳ ص ۱۱ [2] (الملل والنحل ج ۲ ص ۸۵)

آدم کا ہندوستان مین ہوںا، شاہ اوشہنج کی (اس کے عہد مین حضرت ادریس کی بعثت ہوئی) ہند مین آمد و رفت،

قومون کی یہ عادت ہے کہ جب کوئی رسول اور نبی ان مین آتا ہے تو وہ سب کے سب اس پر ایمان نہین لاتے، بلکہ کچھ منکر ہو کر کافر بھی ہو جاتے ہین، اس لئے ضرور حضرت شیث کی نبوت سے بھی بعض نے انکار کیا ہوگا، اور کافر ہوئے ہون گے، اب بجائے دو فرق یعنی مسلمان اور مشرک کے تین فریق ہوگئے مسلمان، مشرک، کافر یعنی منکر نبوت:

اُن کے بعد حضرت ادریس رسول بنا کر بھیجے گئے اُن کا نام اخنوخ بھی تھا، یہ حضرت شیث کی اولاد مین پانچوین پشت مین ہین، ان کا نسب نامہ یہ ہے: اخنوخ بن بارد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم، نوح علیہ السلام ادریس کی اولاد مین ہین، نسب نامہ یہ ہے، نوح بن لمک بن متوشلخ بن اخنوخ (ادریس) حضرت ادریس کی اولاد مین صابی نام کا ایک شخص ہے، اس مین اختلاف ہے کہ بعض کے نزدیک متوشلخ حضرت ادریس کا صلبی لڑکا صابی ہے، بعض کہتے ہین کہ لمک کے ایک لڑکے کا نام صابی ہے، پہلے قول کے مطابق صابی حضرت نوح علیہ السلام کے دادا، اور دوسرے قول کے مطابق بھائی ہوئے، علامہ ابن خلدون لکھتے ہین[۱]:-

| | |
|---|---|
| وزعموا ان امم الصابیۃ منھم | لوگون کا خیال ہے کہ صابی کی جماعت ان ہی |
| وانھم من ولد صابی بن لمک | مین سے ہے، اور وہ لوگ صابی کی اولاد |
| بن اخنوخ، ولکن یقال ان | مین ہین جو لمک کا بیٹا تھا، اور لمک |
| صابیۃ من ولد صابی بن لمک | اخنوخ کا بیٹا تھا، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ |
| وھو اخو نوح وقیل ان صابی | گروہ صابی، صابی بن لمک کی اولاد |
| متوشلخ جدہ (نوح) | مین ہے، اور وہ نوح کا بھائی تھا، بعض |

[۱] ابن خلدون ج ۲ ص ۲۰،



صاحب تاج العروس لکھتے ہین[۱]:-

| | |
|---|---|
| وقال شیخنا فی الروض انھم | ہمارے شیخ نے فرمایا ہے کہ روض مین ہے |
| منسوبون الی صابی بن لامک | کہ یہ لوگ صابی بن لمک کی طرف منسوب |
| اخی نوح علیہ السلام وھو اسم | ہین، جو نوح کا بھائی تھا، اور یہ ایک |
| علم عجمی، | عجمی نام ہے، |

اس کے خلاف کہ صابی عجمی نام ہے جو حضرت ادریسؑ کی اولاد مین تھے، کوئی قول ہمارے سامنے نہین ہے، البتہ صابی کے مذہب اور صابی کو عربی لفظ قرار دے کر اس کے اشتقاق مین اور معنی مین اختلاف ہے، حالانکہ یہ عجمی یعنی عبرانی لفظ ہے، ابوریحان البیرونی لکھتے ہین[۲]

| | |
|---|---|
| قد یوجد اکثرھم بواسط وسواد | اکثر صابی واسط اور سواد عراق مین جعفر |
| العراق بناحیۃ جعفر والجامدہ | وجامدہ اور نہر صلہ کے نواح مین پائے جاتے |
| ونھری الصلۃ منتمین الی انوش | ہین، یہ لوگ انوش بن شیث کی جانب |
| بن شیث وزعم بعض اھل الکتاب | منسوب ہین، اور بعض اہل کتاب کا |
| انہ کان لمتوشالخ ابن غیر لمک | خیال ہے کہ متوشالخ ابن غیر لمک صابی |
| یسمی صابی وان الصابئۃ سموا | کہلاتا تھا، اور صابیہ اسی نسبت سے |
| بہ، | صابی کہلاتے تھے، |

ایرانیون کے نزدیک پہلے کیومرث اس کے بعد اوشہنج پھر طہمورث بادشاہ ہوا، نسب نامہ یہ ہے طہمورث ابن نوبجہان بن ارفخشد اوشہنج بن فروال بن سیامک بن برنیق بن کیومرث مسعودی مین ہے[۳] کہ

| | |
|---|---|
| ثم ملک بعدہ (کیومرث) | کیومرث کے بعد ہوشنگ بن فروال بن |

[۱] تاج العروس ج اول ص ۸، [۲] آثار الباقیہ ص ۲۰۵ و ص ۲۰۶ [۳] مسعودی ص ۱۱۰ و ۱۱۱

اوشہنج بن قوال بن سیامک بن برنیق بن کیومرث وکان اوشہنج ینزل الھند وکان ملکہ اربعین سنۃ وقیل اقل من ذالک ومنھم من رای انہ اخ لکیومرث بن ادم ثم ملک بعدہ طھمورث بن نوبجھان بن ارفخشد بن اوشہنج وظھر فی سنۃ من ملکہ رجل یقال لہٗ بوذاسف،

سیامک بن برنیق بن کیومرث نے حکومت کی، ہوشنگ ہندوستان مین آمدورفت رکھتا تھا، اس کے بعد طھمورث بن نوبجہان ابن ارفخشد بن اوشہنج نے حکومت کی، اسکی حکومت چالیس سال یا اس سے کچھ کم تھی، بعضون کی رای ہے کہ وہ کیومرث بن آدم کا بھائی تھا، اس کے بعد طھمورث بن نوبجہان بن ارفخشد بن اوشہنج بادشاہ ہوا، اس کے زمانہ مین ایک شخص ظاہر ہوا جس کو بوذاسف کہتے تھے،

اوشہنج کے قبل اور اس کے ابتدائی عہد مین لباس کا رواج نہ تھا، اوس نے یہ حکم دیا کہ درندہ جانورون کو مار کر اُن کی کھال کا لباس اور فرش بنایا جائے، اس کے بعد حضرت ادریس نے کپڑون کو سی کر لباس بنایا، اور اس کے استعمال کا طریقہ سکھایا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ادریس کا عہد اوشہنج کے بعد ہے، یا اوشہنج کا آخر اور طھمورث کا ابتدائی عہد ہے،

ابوزید البلخی لکھتے ہین[1]،

وادریس اول من خط بالقلم بعد ادم واول من خاط الثیاب و لبسھا وکان من قبلہ یلبسون الجلود وکان ولد ادم حیی ونبا[2]

ادریس پہلے شخص ہین جنھون نے قلم سے آدم کے بعد لکھا اور کپڑے سیے اور ان کو پہنا، اس سے پہلے لوگ چمڑا پہنتے تھے۔۔۔۔ ان پر نجوم اور طب کا فن اترا، یونانی ان کا نام





اللہ تعالیٰ یدل وفاۃ ادم وانزل علیہ النجوم والطب واسمہ عند الیونانیین ہرمس ویدل علی ان ھوشنگ کان قبل ادریس او فی زمنہ ان الفرس زعمت انہ اول من امر بقتل السباع الضاریۃ وان یتخذ من جلودھا ملابس

ہرمس بتاتے ہین، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہوشنگ ادریس سے پہلے یا ان کے زمانہ مین ہے، کیونکہ ایرانیون کا خیال ہے کہ یہ وہ پہلا شخص ہے جس نے درندون کے قتل کا حکم دیا، اور ان کے چمڑون کے لباس اور فرش بنانے کا حکم دیا،

خیاطت کے علاوہ قلم سے لکھنے، علم طب، علم نجوم وحساب کی ابتدا بھی حضرت ادریسؑ ہی سے ہوئی، ان چار چیزون کے معلم اول وہی ہین، امام رازی فرماتے ہین[1]،

فان اللہ تعالیٰ شرفہ بالنبوۃ و انزل علیہ ثلاثین صحیفۃ وھو اول من خط بالقلم ونظر فی علم النجوم والحساب واول من خاط الثیاب ولبسھا و کانوا یلبسون جلودا،

اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت سے نوازا، اور ان پر تیس صحیفے اتارے اور وہ پہلے شخص ہین جنھون نے قلم سے لکھا، اور علم نجوم وحساب مین غور کیا، اور یہ پہلے شخص ہین جنھون نے کپڑے سیے اور اُن کو پہنا، اس سے پہلے لوگ چمڑا پہنتے تھے،

اس کی تائید ابوزید البلخی کے بیان سے ہوتی ہے[2]،

انزل علیہ النجوم والطب واسمہ

ان پر نجوم اور طب کا علم اترا اور یونانی

عند الیونانیین ھرمس، ان کا نام ہرمس بتاتے ہیں،

یونانی ان کو ہرمس بلکہ ہرمس الہرامسہ کہتے ہیں، جو ان کا لقب تھا، ہرمس کے معنی عالم نجوم کے ہیں، منجد میں ہے "الہرامس علماء النجوم" تاج العروس میں ہے "ہرمس الہرامسہ لقب ادریس"،

بوذاسف باتفاق طہمورث کے عہد میں ہے، ابوریحان بیرونی لکھتے ہیں،

| | |
|---|---|
| وَاوّل المذکورین منھم بوذاسف | جن کا پہلے ذکر ہوا ہے ان ہی میں بوذاسف |
| وَقَدْ ظھر عند مضی سنۃ من | بھی ہے، طہمورث کی سلطنت شروع ہونے |
| ملک طھمورث بارض الھند | کے ایک ہی سال بعد بوذاسف سرزمین |
| اتی بالکتابۃ الفارسیۃ و دعا | ہند میں ظاہر ہوا، اور اسی نے فارسی میں |
| الی ملۃ الصّابئین فاتبعہ خلق | لکھنے کی ابتدا کی اور لوگوں کو صابی مذہب |
| کثیر | کی دعوت دی اور بہت لوگ اس کے |

علامہ مسعودی لکھتے ہیں[1]:

| | |
|---|---|
| وَکان اوشھنج ینزل الھند | ہوشنگ ہندوستان آیا تھا، اور اس |
| ثمّ ملک بعدہ طھمورث بن | کے بعد طہمورث بن نوبجہان بن ارفخشد |
| نوبجھان بن ارفخشذ اوشھنج و | ہوشنگ حکمران ہوا، اس کے دور حکومت |
| ظھر فی سنۃ ملکہ رجل یقال | میں ایک شخص ظاہر ہوا جسے بوذاسف کہا |
| لہ بوذاسف احدث مذھب | جاتا تھا، اس نے صابی مذہب کی بنیاد ڈالی، |
| الصابئۃ ثمّ ملک اخوہ جمّ | پھر جم نے حکومت کی، جو طہمورث کا بھائی |
| کان ینزل بفارس وقیل انہ | تھا، اور ایران میں رہتا تھا، اسی کے زمانہ |

[1] مروج الذہب مسعودی باب ۱۰ ص ۱۱۰ و ۱۱۱،



کان فی زمانہ طوفان میں طوفان آیا،

اس سے دو امر ثابت ہوتے ہیں (۱) بوذاسف طہمورث کے عہد میں تھا (۲) طہمورث طوفان کے قبل تھا، ان دونوں کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بوذاسف بھی طوفان کے قبل تھا،

یہ امر بھی ثابت ہوتا ہے کہ فارسی خط کی ابتدا بوذاسف نے کی، جیسا کہ آثار الباقیہ کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے،

مسعودی میں ہے[1]:

| | |
|---|---|
| وقد کان بوذاسف امر الناس | بوذاسف لوگوں کو زہد کا اور اس عالم |
| بالزھد فی ھذا العالم والاشتغال | بالا کی طرف متوجہ ہونے کا حکم دیتا |
| بما علا من العوالم اذ کان من | تھا، جہاں سے نفوس کی ابتدا ہوتی |
| ھناک بدء النفوس والیھا | ہے، اور اس دنیا سے وہیں لوٹ کر جانا |
| یقع الصدر من ھذا العالم، | ہے، |
| وزعم انّہ رسول اللہ وانہ | بوذاسف کا خیال تھا کہ وہ خدا کا رسول |
| واسطۃ بین اللہ و بین خلقہ، | ہے، اور خدا اور خلق کے درمیان ایک واسطہ ہے، |

بوذاسف عالم کے حدوث اور قیامت کا معتقد تھا، اور اس کو یہ بھی دعوی تھا کہ میں خدا کا رسول ہوں،

مذکورۂ بالا بیانات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ

۱- بوذاسف طوفان کے قبل تھا،

۲- قلم سے فارسی خط لکھنے کی ابتدا بوذاسف سے ہوئی،

[1] مروج الذہب مسعودی ج ۲ ص ۲۴۴-۲۴۵،

۳- بوذاسف حدوثِ عالم کا قائل تھا،

۴- بوذاسف قیامت کا معتقد تھا،

۵- بوذاسف خدا پر یقین رکھتا تھا،

۶- بوذاسف رسول ہونے کا مدعی تھا،

گوتم بدھ کے متعلق جہان تک معلوم ہے

۱- خدا پر اس کا یقین مشکوک ہے،

۲- وہ قیامت اور حشر جسمانی کا قائل نہ تھا،

۳- عالم کو قدیم جانتا تھا،

۴- اس نے رسالت کا دعویٰ نہین کیا،

۵- اس نے کوئی کتاب پیش نہین کی،

۶- گوتم بدھ طوفان کے بعد ہے کیونکہ وہ حضرت ابراہیمؑ کے بعد ہے، اور حضرت ابراہیمؑ طوفان کے بعد گوتم بدھ کی تاریخِ ولادت تحقیق کے ساتھ بیان نہین کی جاسکتی، اکثر مورخین کا خیال ہو کر اس کی ولادت ۵۵۲ قبل مسیح ہے،

۷- گوتم بدھ سے قبل قم سے لکھا جاتا تھا، شہرستانی ملل و نحل مین لکھتے ہین[1]،

| | |
|---|---|
| داعتقاد مانی فی الشرائع والانبیاءٔ | شریعتون اور نبیون کے بارہ مین مانی کا |
| ان اوّل من بعثہ اللہ بالعلم و | یہ اعتقاد ہے کہ خدا نے سب پہلے علم و |
| الحکمۃ آدم ابوالبشر ثم شیثا | حکمت کیساتھ آدم کو مبعوث فرمایا پھر شیث کو، پھر |
| بعدہ ثم نوحا بعدہ ثم ابراہیم | نوح کو پھر ابراہیم کو، اور ان کے بعد سرزمین ہند |

[1] کتاب الملل والنحل شہرستانی ص ۸۵،



| | |
|---|---|
| بعدہ ثم بالبد وۃ الی ارض الھند | مین بدھ کو بھیجا، اور سرزمین فارس مین |
| وزرادشت الی ارض الفارس، | زرادشت کو، |

شہرستانی نے اس عبارت مین بدھ کے لئے "بدوہ" کا لفظ استعمال کیا ہے، اور البیرونی نے "بد" استعمال کیا ہے، چنانچہ لکھتا ہے کہ مانی نے اپنی کتاب شابورخان مین لکھا ہے[1] کہ

| | |
|---|---|
| ان الحکمۃ والاعمال ھی التی | خدا کے رسول مختلف زمانون مین حکمت |
| لم یزل رسل اللہ تاتی بھا فی | و اعمال لاتے رہے، بعض زمانون مین بدھ |
| زمن دون زمن فکان مجیئھم | کے ذریعہ ہندوستان مین آئے، بعض زمانون |
| فی بعض القرون علی یدی الرسول | مین زردشت کے ذریعہ فارس مین، اور |
| الذی ھو البد الی بلاد الھند و | بعض زمانون مین عیسیٰ کے ذریعہ مغرب مین، |
| فی بعضھا علی یدی زرادشت | |
| الی فارس و فی بعضھا علی یدی | |

(یعنی الی ارض المغرب)

اس سے معلوم ہو کہ بدھ کی تعریب "بد" یا "بدوہ" ہے نہ کہ بوذاسف،

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عربی کتابون مین بدھ کی بلاتصرف تعریب استعمال کرتے ہین کوئی شہادت ہمارے پاس ایسی نہین جس سے سمجھا جائے کہ بوذاسف بدھ کا معرب ہی، عربی کتابون مین جہان بدھ کے حالات لکھے ہین، اس کو بدھ سے تعبیر کرتے ہین، اور بوذاسف کو بوذاسف سے اس کے سوا اعلام مین تعریب نہین کرتے، بجز اس موقع کے جہان کوئی حرف ایسا ہو جو عربی مین نہین آتا، جیسے رامپور کی پ کو فا سے بدل کر رام فور کہتے ہین، کیونکہ پ عربی مین نہیں ہے،

یورپین مصنفین کے بیانات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہو کہ بدھ کے قدیم پیرو خدا کے قائل نہیں تھے اور

[1] آثار الباقیہ ص ۲۰۷،

جو بعض قائل تھے، وہ اس کو خالق کائنات نہین مانتے تھے، بلکہ مادہ کو خالق سمجھتے تھے، چنانچہ الفنسٹن اپنی تاریخ مین لکھتا ہے :-

"مذہب بدھ کے قدیم ترین فرقے خدائے تعالےٰ کے وجود کے بالکل منکر ہین، اور ان مین کے چند جو اللہ تعالیٰ کے وجود کو تسلیم کرتے ہین وہ اس کو کائنات کا خالق اور حکمران نہین مانتے، قدیم زمانہ کے وہ فرقے جو خدا کے وجود کے منکر ہین کوئی چیز سوا مادہ کے موجود نہین مانتے انکے نزدیک ایک ہمیشہ رہنے والی چیز سے ترکیب دینے کی قوت مادہ کی طبعی خصوصیت ہے اور باوجودیکہ خلقت پر وقتاً فوقتاً موت طاری ہوتی رہتی ہے، مگر ایک مدت بعد مادہ کی خصوصیت اس کو پھر نکال کرتی ہے، اور اس کو نئے سرے سے انحطاط اور جدید پیدائش کی طرف بلا کسی وسیلہ و رہنمائی کے لیجاتی ہے (ص ۱۱۱ تا ص ۱۱۳ ہسٹری آف انڈیا از ماؤنٹ اسٹارٹ الفنسٹن طبع لندن ایڈیشن ۱۹۰۵ء)

ان امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے ناظرین خود فیصلہ کرین کہ بوذاسف اور گوتم بدھ ایک ہی شخص ہے جو دو مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا ہے، یا یہ دو جدا جدا ہستیان ہین، ذیل کے قرائن سے ظاہر ہوتا ہے کہ بوذاسف حضرت ادریسؑ کا نام ہے۔

۱- بوذاسف اور حضرت ادریسؑ کا ایک عہد ہے دونون شاہ طہمورث کے زمانہ مین ہین،

۲- قلم سے لکھنے کی ابتدا حضرت ادریسؑ سے ہوئی، جیسا کہ گذشتہ بیانات سے ثابت ہوتا ہے اور بوذاسف کے متعلق بھی لکھتے ہین کہ اوسی سے اس کی ابتدا ہوئی،

۳- صابیہ کی ابتدا بوذاسف سے ہوئی حضرت ادریسؑ کے متعلق بھی لکھتے ہین کہ صابیہ کسی رسول پر بجز شیث اور ادریس کے ایمان نہین لاتے تھے، اگر بوذاسف اور ادریس دو ہین تو صابیہ کا ایمان ادریس کے سوا تیسرے رسول بوذاسف پر ہو جائے گا،



علامہ شہرستانی لکھتے ہین[1] :-

| | |
|---|---|
| وھؤلاء ھم الصابیۃ الاولی الذین قالوا بعاذیمون وھرمس وھما شیث و ادریس ولم یقولوا بغیرھما من الانبیاء، | اور یہ وہی صابیہ ہین جو شیث اور ادریس کے قائل تھے، عاذیمون اور ہرمس سے یہی دو مراد ہین، ان دو کے سوا کسی نبی کے قائل نہ تھے، |

اس لئے بعض مورخین نے کہا ہے کہ ہرمس اور بوذاسف ایک ہی شخص کے دو نام ہین البیرونی لکھتے ہین :-

| | | |
|---|---|---|
| وقد یسمی ھرمس بادریس الذی فی التوریۃ اخنوخ وبعضھم زعم ان بوذاسف ھو ھرمس | (آثار الباقیہ ص ۲۰۲) | ہرمس کو ادریس بھی کہتے ہین جو ہرمس اور اخنوخ کے نام سے مذکور ہے بعض کا خیال ہے کہ بوذاسف ہی ہرمس ہے، |

باتفاق مورخین حضرت ادریسؑ نجوم کے ماہر تھے، اور ہرمس الہرامسہ ان کا لقب تھا، اور اس علم کی ابتدا ان سے ہوئی بوذاسف کے متعلق بھی ہے کہ وہ فن نجوم کا واقف تھا، البدء والتاریخ مین ہے[2] :-

| | |
|---|---|
| حکی عن علی بن عبد اللہ القسری فی کتاب القرانات عن بوذاسف الفیلسوف من اھل بابل العتیقہ کان عالماً بالادوار والاکوار، | علی بن عبد اللہ قسری کتاب القرانات مین بوذاسف فلسفی کے متعلق جو پرانے بابل کے باشندون مین سے تھے، بیان کرتے ہین کہ بوذاسف ستارون اور حرکتون کا علم جانتے تھے، |

اس بارہ مین کہ صابیوں کا مذہب کیا تھا، مورخین کا بیان ایک قطر کے دو متقاطع نقطون کی

---

[1] الملل والنحل ص ۹۲ [2] کتاب البدء والتاریخ ج ۲ ص ۹۷،

طرح ہے، جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ مذاہب عالم دو قسمون مین منحصر ہین، اہل کتاب یعنی صاحب شریعت اور صاحب مذہب اور لا مذہب جو نہ اہل کتاب ہین نہ صاحب شریعت نہ کسی رسول کو مانتے ہین بعض کہتے ہین کہ صابیہ لا مذہب ہین اور بعض کے نزدیک اہل کتاب اور صاحب دیانت اور شریعت ہین، اس کے قبل شہرستانی کا بیان نقل کیا گیا ہے کہ صابیہ کا شیث اور ہرمس پر ایمان تھا اس لئے یہ اہل کتاب ہوئے مگر شہرستانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ لوگ نبوت کے منکر ہین[1] اور دیگر مورخین بھی ان کو منکر نبوت کہتے ہین،

| | |
|---|---|
| هم المنكرون بالنبوات مثل | یہ لوگ فلاسفہ اور صابیہ اور برہمن کی |
| الفلاسفة والصابية والبراهمة | طرح نبوت کے منکر ہین، |

اس لئے ان دونون رایون مین سے قرآن سے جس کی تائید ہو وہی رائے قوی بلکہ یقینی ہے، قرآن مین صابیہ کا ذکر تین سورتون مین ہے، سورۂ بقرہ پارہ اول، مائدہ پارہ ششم رکوع ۱۰، اور سورۂ حج، پارہ ۱۷، سورۂ حج مین ہے،

| | |
|---|---|
| ان الذین آمنوا والذین | بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے، |
| هادوا والصابئین والنصریٰ | اور وہ جو یہودی ہوگئے، اور |
| والمجوس والذین اشرکوا، | صابئین اور نصاریٰ، اور مجوسی، اور |
| (حج - ۲) | وہ جو مشرک ہوگئے، |

ان آیات سے دو امر مفہوم ہوتے ہین (۱) صابیہ لا مذہب نہین تھے یعنی ایسے جن کی شریعت، اور کتاب نہ ہو، بلکہ اہل کتاب و صاحب شریعت ہین، کیونکہ اس آیت مین ان ہی لوگون کا ذکر ہے جو اہل کتاب ہین، مشرکین بھی اگرچہ شرک مین مبتلا تھے لیکن دراصل وہ بھی صاحب مذہب و شریعت تھے اگرچہ اس کو انھون نے مسخ کر دیا تھا) اس سے ثابت ہوا کہ صابیہ اہل کتاب ہین،

---

[1] ملل و نحل شہرستانی ج اول ص ۲۷،



۲. جن اہل کتاب کا اس مین ذکر ہے، صابیہ اُن مین سے کسی مین داخل نہین کیونکہ صابیہ کا ان پر عطف ہے، اور معطوف اور معطوف علیہ مین مغائرت ضروری ہے، اس لئے صابیہ نہ یہودی ہین نہ نصرانی، نہ مجوسی ہین نہ مشرک بلکہ ان کے سوا کسی دوسرے اہل کتاب کے فرقے ہین، غالباً اسی وجہ سے حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر مین لکھا ہے،

| | |
|---|---|
| واظهر الاقوال والله اعلم قول | یون تو خدا ہی جانتا ہے، مگر سب سے بہتر |
| مجاهد ووهب بن منبه انهم | قول مجاہد اور وہب بن منبہ کا ہے کہ یہ |
| قوم ليسوا على دين اليهود ولا | لوگ نہ یہود کے مذہب پر ہین، اور نہ |
| النصارىٰ ولا المجوس ولا | نصرانی ہین، نہ مجوسی ہین، نہ مشرک |
| المشركين، | ہین، |

وہب بن منبہ کے متعلق علامہ ابن تیمیہ الرد علی المنطقیین مین لکھتے ہین،

| | |
|---|---|
| وهب بن منبه عالم الناس باخبار | وہب بن منبہ قدیم قومون کے حالات |
| الامم المتقدمة (ص ۵۵۴) | خوب جانتے ہین، |

صابیہ کے اہل کتاب ہونے پر چونکہ قرآن بھی مفہوماً دلالت کرتا ہے، اس لئے جن مورخین نے ان کو اہل کتاب قرار دیا ہے، اُن کے قول کو ترجیح ہے، ائمہ اربعہ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا اسی پر اتفاق ہے کہ وہ اہل کتاب ہین، اور اُن سے مناکحت جائز اور ان کا ذبیحہ حلال ہے، اور اہل کتاب کی طرح اُن سے بھی جزیہ لیا جائے گا، صابیہ کے اہل کتاب ہونے پر حلت و حرمت کا سوال پیدا ہو جاتا ہے، جس سے مفتی پر بڑی ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے، اور اس کو ائمہ اربعہ سے کوئی بہتر نہین سمجھ سکتا تھا، اس لئے یہ ضروری اور یقینی ہے کہ ائمہ اربعہ صابیہ کے اہل کتاب ہونے کے فتوی کی جرأت اس وقت تک نہین کر سکتے تھے، جب تک کہ ان کو اس کا یقین یا ظن غالب نہ ہوتا،

گوتم بدھ گو دنیا کی بڑی ہستیون مین ہین، اور اُن کی قوم عالمگیر ہے، مگر اس سے یہ لازم نہین آتا کہ قرآن مین بھی اُن کا یا اُن کی قوم کا ذکر ہو، کیونکہ قرآن نبیون اور قومون کی تاریخ نہین، اگر اُن کی تاریخ ہوتا، تو بلاشک قرآن مین گوتم بدھ اور اُن کی قوم کا ذکر لازمی تھا، دنیا مین بہت نبی آئے، بعض احادیث مین ایک لاکھ سے زیادہ اُن کی تعداد بتائی گئی ہے، لیکن قرآن مین ان مین سے صرف بعض کا ذکر ہے، اور اکثرون کا ذکر نہین ہے، قرآن نے جن کو ذکر کیا ہے، اُن کا ذکر کیون ہے، اور جن کا ذکر نہین کیا تو کیون نہین آیا، البتہ یہ سوال ضرور ہوتا ہے کہ قرآن نے صرف بعض ہی کا ذکر کیون کیا، اور بعض کا ذکر کیون چھوڑ دیا، اصل یہ ہو کہ قرآن ہدایت کی کتاب ہے، ہدایت ہی اس کا موضوع ہے، اور قرآن اسلام کا داعی اور واعظ بھی ہے اس لئے اس نے عبرت و بصیرت اور ترغیب و ترہیب کے لئے اُن ہی قومون کے حالات بیان کئے جن سے مخاطب واقف تھے، اور نہ وہ ان قصون کو جھوٹی کہانیان اور مخترعات سمجھکر اس کا کوئی اثر نہ لیتے،

نزول قرآن کے وقت عرب مین جو قومین تھین اور مورخین نے اُن کی جو فہرست دی ہے، اس فہرست مین بدھ اور اس کی قوم کا ذکر نہین جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم نہ جزیرۂ عرب مین تھی، اور نہ عرب کو ان کا علم تھا، ایسی صورت مین اگر قرآن مین بدھ یا بدھا کا ذکر ہوتا تو اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا کہ اس نے اپنے موضوع سے باہر قدم رکھا،

معلوم ہوتا ہے کہ نزول قرآن کے وقت صابیہ قوم عرب مین تھی، اور عرب اس کو جانتے تھے، اور ان کے مذہب اور اسلام کی تعلیمات ملتی جلتی تھین اسی لئے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانون کو صابی کہتے تھے، البیرونی کا بیان ہے کہ

| | |
|---|---|
| ولهم صلوات ثلث مكتوبات | ان کی تین فرض نمازین ہین، پہلی طلوع |
| اولهما عند طلوع الشمس ثماني | آفتاب کے وقت آٹھ رکعتین، دوسری |



| | |
|---|---|
| ركعات والثانية قبل زوال | زوال سے پہلے، پانچ رکعات، تیسری |
| الشمس من وسط السماء خمس | غروب کے وقت، پانچ رکعتین اور ہر |
| ركعات والثالثة عند غروب | رکعت مین تین سجدے، اور وہ یہ نمازین |
| الشمس خمس ركعات وفي كل | طہارت اور وضوء سے پڑھتے تھے، غسل جنابت |
| ركعة في صلوتهم ثلث سجدات | کرتے تھے، ان کے احکام نکاح اور حدود |
| ويصلون على طهر ووضوء و | مین اکثر مسلمانون کی طرح تھے، |
| يغسلون عن الجنابة واكثر | |
| احكامهم في المناكح والحدود | |
| مثل احكام المسلمين[1]، | |

بدھ اور بدھا کا نزول قرآن کے وقت عرب مین ہونا یا عربون کو ان کا علم ہونا قابل غور اور ثبوت کا محتاج ہے، محض اس بنیاد پر کہ بودھا کا دنیا کی بڑی ہستیون مین شمار ہے، اور اس کی قوم عالمگیر ہے، اس لئے مجوس و یہود و نصاریٰ کی طرح اس کا ذکر بھی قرآن مین ہونا ضروری ہے، بوذا کو بدھ اور صابئہ کو اس کی قوم قرار دے کر ان کے اہل کتاب ہونے کا فتویٰ دینا حزم و احتیاط کے خلاف ہے، اس سے حلت و حرمت کا سوال پیدا ہوتا ہے، اور بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، ایک سوال یہ بھی ہے کہ صابی مین نسبت نسلی ہے یا مذہبی، اس آیت مین قرآن مجید نے تین قومون کے بیان مین جملہ فعلیہ اختیار کیا، اوّل انّ الذین امنوا دوسرے انّ الذین ھادوا تیسرے انّ الذین اشرکوا اور تین کو اسم سے ادا کیا، والصابئین والنصاریٰ والمجوس، سب مین ایک طریقہ اختیار نہین کیا، اسلئے یہ اختلاف ضرور اپنے اندر کوئی وجہ رکھتا ہے، بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مذہب انسان کا اختیاری فعل ہے جس مین

[1] آثار الباقیہ ص ۲۰۵، ۲۰۶،

گوتم بدھ

حدوث ہے، استمرار نہین اور افعال و اعمال کے سوا دوسری اشیا، انسان کی اختیاری نہین ہین، وہ اس کا فعل ہے، اس لئے جن قومون کی تعبیر فعل سے کی گئی، اُن کی نسبت مذہب کی طرف ہوگی، اور جنکی تعبیر اسم سے ہے، وہ نسبت مذہبی ہوگی، اس بنا پر صابی کی نسبت مذہبی نہین معلوم ہوتی، مورخین مین جن کی یہ راے ہے کہ صابی نام ہے نوح کے بھائی کا یا اُن کے دادا کا اور صابی قوم کی نسبت اوسی شخص کی طرف ہے، اس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے، اس لئے یہی راے صحیح اور راجح ہے،

والعلم الصحیح عند اللہ،

---

( دار المصنفین کی نئی کتاب )

## حکماے اسلام جلد اوّل

مولانا عبد السلام صاحب ندوی کی جدید تصنیف حکماے اسلام جلد اوّل جو اپنے موضوع پر بالکل منفرد ہے، چھپ کر تیار ہے، اسکے علاوہ

سیرت النبی جلد ششم تقطیع خورد بھی جو عرصہ سے ختم ہوگئی تھی، طبع ہوگئی ہے، اب جن حضرات کے پاس سیرت کا یہ حصہ نہیں ہے، وہ اسے طلب فرما کر اپنے سٹ کو مکمل کرلین،

حکماے اسلام ... ۵۰۰ صفحے قیمت :- ھعر

سیرت النبی جلد ششم خورد طبع سوم " لعر

"منیجر"



# فارابی

## ۲۵۹ھ تا ۳۳۹ھ

## ۸۷۰ء تا ۹۵۰ء

از

از ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب صدر شعبہ فلسفہ جامعہ عثمانیہ

**۱۔ نام و نسب** محمد نام، ابو نصر کنیت اور فارابی نسبت ہے، شہر فاراب کی طرف جو ترکستان مین کاشغر کے قریب واقع تھا، اس کو بعد مین اطرار کہنے لگے تھے،[1]

فارابی نسلاً ترکی الاصل تھا، اس کا نسب نامہ یہ ہے :- محمد بن محمد بن اوزلغ بن طرخان، اس خاندان کا مورث اعلیٰ طرخان، ترکی قبائل کا سپہ سالار تھا،[2]

**۲۔ سنہ پیدائش** فارابی کا سنہ پیدائش بھی بعض دوسرے مشاہیر کی طرح مورخین یقینی طور پر تبلانے سے قاصر ہین، البتہ اس کی تاریخ وفات رجب ۳۳۹ھ تبلائی جاتی ہے، یہ بھی معلوم ہے کہ اس نے اسی برس کی عمر پائی تھی، اس لحاظ سے اس کا سنہ پیدائش ۲۵۹ھ ہوتا ہے،

**۳۔ تعلیم و تربیت** فارابی فاراب مین پیدا ہوا، بچپن کے دن فاراب مین گذارے، کسی قدر ہوشیار ہونیکے بعد وطن سے باہر نکلا، اور بغداد کا رخ کیا، جو اس زمانہ مین علم و تمدن کا مرکز تھا، یہ مقتدر باللہ کا زمانہ تھا، بغداد پہنچ کر وہ نصرانی عالم ابو بشر متی بن یونس کے حلقۂ درس مین شامل ہوگیا، جو منطق مین ید طولیٰ رکھتا تھا، بغداد

---

[1] تاریخ ابن خلکان جلد ۲ ص ۷۶، مطبوعہ مصر [2] طبقات الاطبا ص ۱۳۴ مطبوعہ مصر [3] ابن خلکان ۲ ص ۷۶،

مین کچھ عرصہ تعلیم پانے کے بعد فارابی حران گیا، وہان ایک دوسرے نصرانی فلسفی یوحنا بن جیلان (جو متی بن یونس کا استاد تھا) سے منطق کی تکمیل کی، کچھ عرصہ بعد بغداد واپس ہوا، اور فلسفے کے دوسرے شعبون کی تکمیل کی، ارسطو کی تمام کتابین پڑھ ڈالین، اور ان پر کامل مجتہدانہ عبور حاصل کر لیا[1] اسی زمانہ مین علم نحو کے مشہور امام ابو بکر بن السراج بغداد مین موجود تھے، فارابی نے اُن سے علم نحو حاصل کیا، اور وہ فارابی سے منطق پڑھتے تھے[2]

بغداد مین علوم و فنون کی تحصیل سے فراغت پاکر فارابی نے تالیف و تصنیف کا سلسلہ شروع کردیا، اور اس مین کافی شہرت حاصل کی، اس کے بعد وہ بغداد سے دمشق گیا، لیکن وہان زیادہ عرصہ نہین ٹھہرا، اور مصر روانہ ہوگیا، مصر مین اوس نے اپنی زیر تصنیف کتاب السیاستہ المدینہ پوری کی، مصر مین کچھ عرصہ قیام کے بعد پھر دمشق واپس آیا[3]

دمشق مین اس وقت بنو حمدان کے خاندان کا مشہور حکمران سیف الدولہ سریر آرائے سلطنت تھا، وہ نہ صرف خود بہت بڑا ادیب، بلند خیال شاعر، فصیح البیان فاضل تھا، بلکہ علم و فضل کا بڑا قدردان بھی تھا، اس کا دربار نامور شعراء، صاحب کمال فضلاء، ماہر منجمین کا آماجگاہ بنا ہوا تھا، اس کے دربار کا شاعر متنبی تھا، اس کے دسترخوان پر چوبیس طبیب حاضر رہتے تھے، اور بڑے بڑے حکماء و فضلاء اس کے ابر کرم سے مستفیض ہوتے تھے،

سیف الدولہ کے دربار مین فارابی کے داخلہ کا حال ابن خلکان نے اس طرح بیان کیا ہے:-

"سیف الدولہ کے دربار مین علماء و حکماء کا ایک عظیم الشان مجمع تھا، فارابی دربار مین پہنچا تو اس وقت ترکی لباس مین ملبوس تھا، سیف الدولہ نے اس کو بیٹھ جانے کا حکم دیا، فارابی نے پوچھا اپنے استحقاق کے مطابق بیٹھون یا آپکے استحقاق کے مطابق؟ جواب ملا اپنے استحقاق کے مطابق، فارابی تمام حاضرین دربار کی صفین چیرتا ہوا مسند شاہی کی جانب بڑھا، اور سیف الدولہ کو مسند سے ہٹا کر خود اس پر بیٹھ گیا، سیف الدولہ نے اپنے خدام سے ایک

[1] ابن خلکان ج ۲ ص ۱، [2] طبقات الاطباء جلد ۲ ص ۱۳۶ [3] ابن خلکان جلد ۲ ص ۱۱،



مخصوص زبان مین جو اُن کے سوا کوئی دوسرا نہین جانتا تھا کہا کہ شیخ نے بڑی سوء ادبی کی ہے مین اس سے چند سوال کرتا ہون اگر وہ جواب نہ دیسکے تو تم اس کی خبر لینا! فارابی نے فوراً اسی زبان مین سیف الدولہ سے کہا: اے امیر صبر کیجئے! امور کا علم اپنے عواقب سے ہوتا ہے[4]! سیف الدولہ کو بڑی حیرت ہوئی اس نے فارابی سے پوچھا کیا آپ یہ زبان بھی جانتے ہین؟ فارابی نے کہا ہان مین ستر زبانین جانتا ہون، پھر فارابی نے دربار کے علماء سے مخاطب ہوکر مختلف علوم و فنون پر گفتگو شروع کی: مباحثہ مین وہ سب پر غالب رہا، یہان تک کہ وہ سب خاموش ہوگئے، وہ تنہا بولتا رہا، اور سبھون نے اسکی تقریر لکھنی شروع کردی، سیف الدولہ نے دربار برخاست کردیا، اور فارابی سے پوچھا آپ کچھ کھائین گے، فارابی نے کہا نہین، پھر اُس نے پوچھا کہ کچھ پئین گے، کہا نہین، پھر اُس نے دریافت کیا تو پھر کچھ سنین گے، فارابی نے کہا ہان، سیف الدولہ کے غلامون نے جو موسیقی مین کامل تھے، ساز بجانا شروع کیا، فارابی نے فوراً اُن کی عیب جوئی کی اور اُن کی غلطیون کو بتلانا شروع کردیا، اور خود اپنا عود نکال کر بجانے لگا، اس کا اثر حاضرین پر یہ ہوا کہ وہ سب بے ساختہ ہنسنے لگے، تھوڑی دیر بعد ایک دوسری ترکیب سے اُس نے بجانا شروع کیا، تو اب تمام حاضرین بے اختیار رونے لگے، کچھ دیر بعد پھر ایک نئی ترکیب سے بجانے لگا، اس کا اثر یہ ہوا کہ سب پر نیند طاری ہوئی اور وہ بے خبر سو گئے: فارابی انھین اس حالت مین چھوڑ کر چل دیا[5]،

اس واقعہ سے فارابی کی بے مثل قابلیت اور خداداد ذہانت کا سیف الدولہ کے دل پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ اُس نے فارابی کو اس کی آخری عمر تک اپنے پاس سے جدا ہونے نہ دیا، اور ہمیشہ نہایت عزت و احترام سے پیش آتا رہا، فارابی نے بھی اپنی بقیہ عمر اس کے سایۂ عاطفت مین بسر کردی، اور بالآخر اسی کی پختہ عمر کو پہنچ کر رجب ۳۳۹ھ مین پیام اجل کو لبیک کہا، سیف الدولہ نے اپنے پندرہ بڑے بڑے درباریون کے ساتھ نماز جنازہ مین شرکت کی، فارابی نواح دمشق مین بیرون باب الصغیر سپرد خاک کیا گیا[6]

[4] ایہا الامیر اصبر فان الامور بعواقبہا [5] ایضاً ابن خلکان کا یہ سارا بیان دلچسپ تو ہے لیکن اس کا صحیح ہونا یقینی نظر نہین آتا [6] طبقات الاطباء ۲ ص ۲۶،

۳۔ اخلاق وعادات

فارابی کی ابتدائی زندگی نہایت تنگ حالی مین بسر ہوئی، وہ ابتدا مین دمشق کے ایک باغ کا باغبان تھا، اس حال مین بھی وہ فلسفہ پڑھا کرتا، اور متقدمین کے آرا ونظریات کو معلوم کرنے اور انکی تشریح وتوضیح کرنے مین مصروف رہتا تھا، اس کی تنگ دستی کا یہ حال تھا کہ رات مین مطالعہ کرنے کے لئے اس کے پاس تیل تک نہین ہوتا تھا، وہ پاسبان کے چراغ کی روشنی سے کام لیتا، اور یہ حال عرصۂ دراز تک رہا[1]،

نہایت ذکی النفس اور سلیم الطبع تھا، اس کی طبیعت مین زہد کوٹ کوٹ کر بھرا تھا، دنیا سے بے زار اور گوشہ گیر تھا، عہد سلطنت کے حکما، کی طرح صرف علمی زندگی بسر کرتا تھا، قانع اس قدر تھا کہ اپنے مربی سیف الدولہ کے عطایا کو بھی قبول نہین کرتا تھا، اپنی بنیادی ضروریات کو رفع کرنے کے لئے صرف چار نقرئی درہم روزانے لیتا تھا اور کسب معاش کی فکر سے آزاد تنہائی پسند خلق سے کٹ کر اپنی یافت کے مطابق حق ہی سے مربوط رہا کرتا تھا، زیادہ تر دمشق مین دریا کے کنارے یا کسی باغ کے گوشہ مین وہ تصنیف و تالیف مین مشغول رہتا[2]، فلسفہ کا بڑا گرویدہ تھا، اور ہمیشہ اسی مین مستغرق رہتا تھا[3]، غذا مین بکری کے بچے کے دل کے آبگوشت اور شراب ریحانی کا بہت شائق تھا[4]، فارابی مملکتِ عقل کا حکمران تھا، لیکن عالم ارضی مین فقیر بے نوا،

تزکیۂ نفس وتصفیۂ قلب کو تمام انسانی اوصاف پر ترجیح اور اسی قلب سلیم کو فلسفہ کا حاصل قرار دیتا تھا، وہ ہمیشہ حق بات کہا کرتا تھا جہان اس کی راے مین ارسطو نے غلطی کی ہے اس کے اظہار مین بھی اس نے کوتاہی نہین کی ہے،

فارابی سے ایک دعا منقول ہے، ہم اس کو یہان نقل کرتے ہین اس سے فارابی کا توحید کامل یقین، عبدیت کا اظہار تزکیۂ نفس وتصفیۂ قلب کے لئے اس کی تڑپ، صدیقین وشہدا کے زمرہ مین شامل

[1] طبقات الحکما جلد ۲ ص ۱۳ [2] ابن خلکان جلد ۲ ص ۷ [3] طبقات الاطبا، جلد ۲ ص ۱۳۴ [4] ص ۵۳ [5] ایضاً



ہونے کی خواہش، حُب دنیا، حُب جاہ سے نفرت، شہوات فانیہ سے آزاد ہونے کی تمنا صاف طور پر ظاہر ہوتی ہے؛

| | |
|---|---|
| اللهم انی اسئلك یا واجب الوجود | اے اللہ! اے واجب الوجود، اے علت العلل |
| یا علت العلل یا قدیما لا یزل | اے قدیم لم یزل! مین تجھ سے درخواست کرتا |
| ان تعصمنی من الزلل وان تجعل | ہون کہ تو مجھے لغزشون سے بچا اور ایسی امید |
| لی من الامل ما ترضا لی من | عطا فرما جو تجھے میرے عمل سے راضی کردے، |
| عمل! اللهم امنحنی ما اجتمع من | اے اللہ مجھے وہ چیز عطا کر جس کی وجہ سے مین |
| المناقب وارزقنی فی اموری حسن | خوبیان جمع کرسکون اور مجھے وہ ہدایت |
| العواقب نجح مقاصدی والمطالب | دے جو مجھے اپنے کامون مین اچھے انجام |
| یا اله المشارق والمغارب، رب | کی طرف رہنمائی کرے، اے مشرقون اور |
| الجوار الکنس السبع التی انبجست | مغربون کے خداوند! اے سات سیارون |
| عن الکون انبجاس الانهر عن | کے مالک جو کائنات مین ایسے ہوئے ہین |
| الفواعل عن مشیئة التی عمت | جیسے زمین مین دریان پھوٹتی ہین اور وہ |
| فضائلها جمیع الجواهر اصبحت | تیری مشیت ہی کی وجہ سے انسانی قسمت |
| ارجوالخیر منك وامتری زحلاً و | پر اثر انداز ہین، تیری وہ مشیت جس کے |
| نفس عطارد والمشتری، اللهم | فضائل تمام جواہر پر عام ہوگئے ہین، مین |
| البسنی حلل البهاء وکرامات الانبیاء | تجھ ہی سے بھلائی کی امید کرتا ہون زحل، |
| وسعادة الاغنیاء وعلوم الحکماء | مشتری وعطارد کے کاروبار سے امید کو منقطع |
| وخشوع الاتقیاء! | کرتا ہون، اے اللہ مجھے حسن وخوبی کے لباس |
| | سے آراستہ کر انبیا، کی بزرگی اور غنا کی سعادت |

علما کی حکمت اور متقیون کا خشوع عطا فرما!

اللّٰهُمّ انقذنی من عالم الشقاء
والفناء واجعلنی من اخوان الصفاء
واصحاب الوفاء وسکان السماء
مع الصدیقین والشهداء انت
الله الذی لا اله الا انت علة
الاشیاء ونور الارض والسماء!
امنحنی فیضا من العقل الفعال یا
ذا الجلال والافضال! هذب
نفسی بانوار الحکمة واوزعنی
شکر ما اولیتنی من نعمة! ارنی
الحق حقا والباطل باطلا واحرسنی
اعتقاده واستماعه! هذب نفسی
من طینة الهیولی انک انت
العلة الاولی!

اے اللہ مجھے بدبختی اور ہلاکت کی دنیا
سے بچا! مجھے برادرانِ صفا، اصحابِ وفا، اہل
آسمان کے رہنے والے صدیقین و شہداء کے
زمرہ میں شامل فرما! تو وہ خداوند ہے،
جس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی اشیاء کی
علت ہے، آسمان و زمین کا نور ہے۔
اے بزرگی و فضل کے مالک مجھے عقل
فعال کے توسط سے فیضان بخش! انوارِ حکمت
کے ذریعہ میرے نفس کی اصلاح کر، اپنی عطا کردہ نعمتوں
پر شکر کی توفیق دے! مجھے حق کو حق، اور
باطل کو باطل ہی دکھلا، (حق کے اتباع کا
میرے دل میں الہام کر) اور باطل کے اعتقاد
سے بلکہ اس کے سننے سے بھی مجھے بچا، ہیولیٰ کی کیچڑ
سے میرے نفس کو پاک کر، تو ہی کائنات کی علت

یا علة الاشیاء جمیعا والذی
کانت بہ عن فیضه المتفجر
اے تمام اشیاء کی علت اور وہ ہستی
جس کے فیض سے اشیاء کا سلسلہ پھوٹ کر نکلا
رب السموات الطباق ومرکزها
فی وسطهن من الثری والابحر
اے ساتوں طبق در طبق آسمانوں کے پروردگار
اور ان آسمانوں کے مرکز کے مالک جو ان
آسمانوں کے بیچ میں تحت الثری یا سمندروں کی شکل میں ہیں



انی دعوتک مستجیرا مذنبا
فاغفر خطیئة مذنب ومقصر

میں تجھے ایک پناہ مانگنے والے گنہ گار کی طرح پکارتا ہوں پس اس عاصی و گنہ گار کی خطاؤں کو بخش!

هذب بفیض منک رب الکل من
کدر الطبیعة والعناصر عنصری
اے کل کے پروردگار اپنے فیض و کرم سے
میرے عنصر کو طبیعت و عناصر کی کدورت سے پاک کر

اللّٰهُمّ رب الاشخاص العلیة والاجرام
الفلکیة والارواح السماویة غلبت
علی عبدک الشهوة البشریة وحب
الشهوات الدنیا الدنیة فاجعل
عصمتک مجنی من التخلیط وتقواک
حصنی من التفریط انک بکل شئ
محیط!

اے اشخاصِ علویہ کے پروردگار، اے
اجرامِ فلکی و ارواحِ سماوی کے رب تیرے
اس بندے پر بشری خواہشات کا غلبہ ہوگیا
ہے، اور دنیائے دنی کی محبت اس میں
سرایت کر گئی ہے، پس اپنی عطا کردہ عصمت
کو اس آمیزش سے بچنے کا ذریعہ بنا دے،
اور اپنے تقویٰ کو گناہوں کے حملہ سے بچنے
کے لئے قلعہ بنا دے، بیشک تو ہر شے پر محیط ہے

اللهم انقذنی من أسر الطبائع
الاربع وانقلنی الی جنابک الاوسع
وجوارک الارفع!

اے اللہ مجھے طبائع اربعہ کی قید سے رہائی
دے، مجھے اپنے وسیع دربار میں
منتقل فرما، اور بلند ترین بارگاہ میں باریاب کر

اللهم اجعل الکفایة سببا
نقطع منه موهوم العلائق التی بین
بین الاجسام الترابیة والهموم
الکونیة واجعل الحکمة سببا لاتمام

اے اللہ میرے اور کائنات کے ان اجسام
خاکی اور ان کی مادی کلفتوں کے درمیان جو
موہوم تعلقات ہیں، ان کے قطع کرنے کے لئے
صرف مجھ کافی سمجھنے کی ہمت کو سبب بنا دے،

نفسی بالعوالم الالٰہیۃ والارواح
السماویۃ!

اور حکمت کو عوالم الٰہیہ اور ارواح آسمانی
کے ساتھ اتحادِ آسمانی کا سبب بنا دے!

اللّٰھم طھر بروح القدس الشریفۃ
نفسی واتمم بالحکمۃ البالغۃ عقلی
وحسی واجعل الملائکۃ بدلاً
من عالم الطبیعۃ انسی،

اے اللہ روح القدس سے میری روح
کو پاک کر اور حکمت بالغہ کی وجہ سے میری
عقل و حس کو غالب و مرجح بنا، اور طبعی
عالم کے بدلہ ملائکہ کے وجود سے میرے دل
کو اُنس بخش!

اللّٰھم الھمنی الھدیٰ وثبت
ایمانی بالتقوی وبغض الی نفسی حب
الدنیا،

اے اللہ مجھے ہدایت کا الہام فرما،
میرے ایمان کو تقوی سے مضبوط کر، میرے
دل میں حب دنیا کی طرف سے نفرت دے،

اللّٰھم قو ذاتی علی قھر الشھوات
الفانیۃ والحق نفسی بمنازل
النفوس الباقیۃ واجعلھا من
جملۃ الجواھر الشریفۃ الغالیۃ
فی جنات عالیۃ،

اے اللہ میری ذات کو شہوات فانیہ
کے مغلوب کرنے کے لئے طاقت بنا دے، اور
میری جان کو نفوس باقیہ کے منازل سے ملحق
کر اور اس کو ان بلند و قیمتی جواہر میں سے
کر، جو جنات عالیہ میں ہیں،

سبحانک اللّٰھم سابق الموجودات
التی تنطق بالسنۃ الحال والمقال
انک المعطی کل شئ منھا ماھو
مستحقۃ بالحکمۃ وجاعل الوجود

پاک ہے تو اللہ جو تمام موجودات
سے پہلے ہے، وہ موجودات جو زبان حال
یا قال سے گفتگو کرتے ہیں، تو ہی ہر شئے
کو وہ چیزیں عطا کرنیوالا ہے، جس کی وہ



لھا بالقیاس الی عدمھا نعمۃ و
رحمۃ فالذوات منھا والاعراض
مستحقۃ بآلائک شاکرۃ فضائل
نعمائک وان من شئ الا یسبح
بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم

مستحق ہے تیری حکمت کی وجہ سے، تو ہی ہر چیز
کو وجود میں لانے والا ہے، وہ وجود جو عدم
کا قیاس کرتے ہوئے نعمت و رحمت ہے،
پس تمام موجودات خواہ جوہر ہوں یا عرض
تیری عطا کردہ نعمتوں کے ثنا خوان، اور
تیری بخشش کردہ عطیوں کے مدح خوان ہیں،
اور اسی کے سزاوار بھی ہیں، جیسا کہ تو فرماتا
ہے، دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں جو خالق کائنات
کی حمد و ثنا نہ کر رہی ہو، یہ اور بات ہے کہ تم

سبحانک اللّٰھم وتعالیت انک
اللہ الاحد الفرد والصمد الذی لم
لم یلد ولم یولد ولم یکن لہٗ
کفواً احد!

پاک ہے تو اے اللہ! اور بلند ہے تو
ہی یکتا و بے ہمتا معبود ہے، جس کی ذات
بے نیاز ہے، جو نہ کسی کو جنا نہ کسی سے جنا
گیا، اور نہ کوئی ایسا ہمسر و شریک ہے!!

اللھم انک قد سجنت نفسی فی
سجنی فی العناصر الاربعۃ وکلت
بافتراسھا سباعاً من الشھوات!
اللھم جد لھا بالعصمۃ وتعطف
علیھا بالرحمۃ التی ھی بک الیق
وبالکرم الفائض الذی ھو منک

اے اللہ بیشک تو ہی نے میری روح
کو ان عناصر اربعہ کے عارضی قید خانہ میں
مقید فرمایا ہے، اور تو ہی نے شہوات کے
درندوں کو میری روح کے شکار کرنے کے لئے
مقرر فرمایا ہے! اے اللہ تو اپنی بخشش و
عنایت سے بچا سکتا ہے، اور تو ہی اس رحمت

اجلد واخلق وامنن علیها بالتوبة
العائدة بها الی عالمها السماوی
وعجّل لها بالاوبة الی مقامها
القدسی واطلع علی ظلماتها
شمسًا من العقل الفعّال وامط
عنها ظلمات الجهل والضلال
واجعل فی قواها بالقوة كامنًا
بالفعل واخرجها من ظلمات
الجهل الی نور الحكمة وضیاء
العقل، الله ولی الذین اٰمنوا
یخرجهم من الظلمات الی النور

فیضان کرسکتا ہے جو تیری لائق ہو، اور جس
ابر کرم کی بارش کرسکتا ہے جو تیری ہی ہستی
سے منسوب ہے، اور تیرے ہی ساتھ متصف
ہونے کا اہل ہے، امیرے نفس کو اس
توبہ کی توفیق عطا فرما کر احسان کر جو عالم
سماوی کی بلندیوں پر اس کو پہنچا دے،
اور مقام قدسی کی طرف رجوع ہونے کی
ہمت عطا فرما، اور اس کی تاریکیوں پر
عقل فعّال کا وہ سورج چمکا دے جو جہل
و گمراہی کی سیاہیوں کو دور کردے، اور
اور اس کی بالقوہ قوت کو بالفعل بنا، اور
اس کو جہل کی تاریک وادیوں سے نور حکمت
اور عقل کی روشنی میں لے آ، اللہ ان لوگوں
کا ولی و مددگار ہے، جو ایمان لائے ہیں
اور ان کو ظلمتوں سے نکال کر روشنی میں ؟

اللهم ارنفسی صور الغیوب الصالحة
فی منامها وبدل لها الاضغاث برؤیا
الخیرات والبشری الصادقة فی
احلامها وطهرها من الاوساخ

اے اللہ میری روح کو غیب کی پاک
صورتیں سوتے میں دکھلا، اور خواب ہائے
پریشان کو اچھی اور سچی بشارت رکھنے والے
خوابوں میں بدل دے اور میری روح کو



التی تاثرت بها عن محسوساتها
واوهامها وامط عنها كدر
الطبیعة وانزلها فی عالم النفوس
المنزلة الرفیعة الله الذی هدانی
وكفانی واوانی[۱]

اس میل کچیل سے پاک کر جو اس کے محسوسات
و اوہام کی وجہ سے اس پر چڑھ گیا ہے، اور
اس سے طبیعت کی کدورت کو الگ کرادے
بلند منزلت والے نفوس کے عالم میں اسکو
جگہ دے، اللہ ہی نے مجھے ہدایت دی کہ
وہی میرے لئے کافی ہے، اور اسی کی رحمت
میں مجھے پناہ مل سکتی ہے!

فارابی کی ان تالیف کردہ دعاؤں کو بار بار پڑھو، تو تمھیں اس کے نفس کی ان خوبیوں کا پوری طرح احساس ہونے لگے گا جن کو شاہ ولی اللہ نے طہارت، اخبات، سماحت و عدالت کے بنیادی اخلاق یا فضائل سے تعبیر کیا ہے، اور جو تہذیب نفس کے سلسلہ میں شریعت کا مقصود ہیں، اور ان کے نزدیک تمام شرائع الٰہی کا یہی مقصد ہے کہ ان چار خصلتوں کی تلقین کریں، اور ان کو حاصل کرنے کی طرف لوگوں کو رغبت دلائیں!

۵- **فارابی کی کتابیں** کندی کی طرح فارابی کی بھی اکثر کتابیں مفقود ہیں، اس کی جو کتابیں عربی زبان میں اس وقت موجود ہیں، اُن کی تفصیل یہ ہے،

۱- التوفیق بین رای الحکمین افلاطون و ارسطو مصر میں اور کتابوں کے ساتھ شائع ہوئی ہے،

اس کتاب کے مقدمہ میں فارابی نے لکھا ہے:-

"جب میں نے دیکھا کہ ہمارے اکثر معاصرین میں حدوث و قدم عالم کے متعلق بہت سارے

---

[۱] منقول از کتاب المجموع مطبوعہ مصر ۱۹۰۷ء ص ۱۰۷ تا ص ۱۰۸

اختلافات پیدا ہو گئے ہین، اور ان کا دعویٰ ہے کہ ان دو جلیل القدر قدیم حکماء کے درمیان مبدع اول کے اثبات اور اس سے اسباب کے وجود، نفس و تعقل کے مسائل اور افعال خیر و شر کی جزا و سزا اور اکثر تمدن، اخلاق و منطق سے متعلق امور مین بہت کچھ اختلاف ہے، تو مین نے ارادہ کیا کہ ایسا مقالہ مرتب کرون جس مین ان دونون حکماء یعنی افلاطون اور ارسطو کی آرا مین تطبیق ہو جائے [1]"

اس سے ظاہر ہے کہ ان دو فلسفیون کے خیالات مین تطبیق کا اصل مقصد جو فارابی کے پیش نظر تھا وہ محض دینی تھا، اُن کے خیالات پر فلسفیانہ اصول کے لحاظ سے تنقید و تحقیق کرنی مقصود نہ تھی، فارابی کا منشا کی ایسی فلسفیانہ تشریح و توضیح کرنا چاہتا تھا جو دین اسلام کے خلاف نہ ہو، اسی مقصد کے پیش نظر اس نے ان دو حکماء کے درمیان جو بنیادی و اساسی اختلافات تھے، ان سے اُس نے چشم پوشی کی، اور دعویٰ کیا کہ ان دونون مین محض الفاظ اور طریقۂ فکر کے اعتبار سے اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن اُن کی فلسفیانہ تعلیم بالکل ایک ہی ہے، اور ان دونون کے خیالات مین تطبیق پیدا کرنا اور ان سے استفادہ کرنا، اُن کے درمیان اختلاف پیدا کرنے سے زیادہ بہتر ہے [2]،

ہمین یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اس کتاب مین فارابی نے ارسطو کی "مابعد الطبیعۃ" کی بجائے "اثولوجیا" سے بکثرت شواہد نقل کئے ہین، اور جیسا کہ ہم نے اوپر واضح کیا ہے، اثولوجیا ارسطو کی کتاب تھی ہی نہیں، بلکہ فلاطینوس کی اینیڈز کے آخری تین باب کا خلاصہ تھا، جس کو ایک افترا پرداز نے ارسطو کی جانب منسوب کر دیا تھا، بات اصل یہ تھی کہ فارابی کے زمانہ مین مسلمان عام طور پر افلاطون اور ارسطو کو فلسفہ و صداقت کا بڑا معلم خیال کرتے تھے، اور صداقت چونکہ ایک ہے غیر منقسم نہین، اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے، کہ ان دونون مین کوئی اصولی اختلاف نہ پایا جائے، اور جو لوگ اس زمانہ مین زیادہ مذہبی تھے، انھون نے ایک تیسری صداقت یعنی قرآن کو بھی ملانا چاہا، چونکہ قرآن بھی صداقت ہے، اور افلاطون و ارسطو بھی صداقت ہی کے معلم ہین

[1] مقدمہ کتاب مذکور [2] تاریخ فلسفہ اسلام ص ۳۳ و ص ۳۴،



اور صداقت واحد و غیر منقسم ہے، لہذا صرف افلاطون و ارسطو ہی نہین، بلکہ افلاطون، ارسطو اور قرآن تینون کی تعلیمات مین کوئی اختلاف نہ ہونا چاہیے، ان اضداد کے ملانے کا سب سے زیادہ خبط فارابی ہی کو معلوم ہوتا ہے، کیونکہ ایک طرف وہ ارسطو اور فلسفہ کا شیدائی ہے اور دوسری طرف مذہب کا بھی اس پر غلبہ ہے، اور اسی کا نتیجہ التوفیق بین رای الحکمین کا رسالہ ہے،!

۲- فیما ینبغی ان یقدم قبل قرأۃ ارسطو (مطبوع)

۳- فصوص المسائل، (مطبوع)

۴- رسالۃ فی المنطق القول فی شرائط الیقین،

۵- رسالۃ فی القیاس، فصول یحتاج الیہا فی صناعۃ المنطق (قلمی)

۶- رسالۃ فی ماہیت الروح (قلمی)،

اس رسالہ کا ابن ابی اصیبعہ نے اپنی کتاب مین ذکر کیا ہے، اس رسالہ مین فارابی نے روح کے وجود کو ثابت کیا ہے اور بتلایا ہے کہ وہ ایک جوہر بسیط ہے جو مادے کی مدد کے بغیر فہم و ادراک پر قادر ہے، اور اس کے مختلف مظاہر اور متعدد وظائف ہین،

(۷ تا ۱۸) منطق پر بارہ رسائل جو یورپ کے مختلف کتب خانون مین موجود ہین، اور بعض کا لاطینی اور عبرانی زبانون مین ترجمہ ہوا ہے، جن مین سے اکثر اسکوریال مین طبع ہوئے ہین، اور بعض لاطینی ترجمون کی طباعت بندقیہ وغیرہ مین ہوئی ہے،

(۱۹) احصاء العلوم، اس کا ایک ترجمہ لاطینی زبان مین ہوا ہے "De Scientiis De-" اور "OrTie ScienTiarum" کے نام سے دوسرا ترجمہ عبرانی زبان مین ہے، یہ سائنس کے اصول اور اصطلاحات پر ایک جامع تصنیف ہے، اصل عربی نسخہ مفقود ہے [1]، مگر لاطینی ترجمہ موجود ہے،

[1] یہ رسالہ اب مصر مین شائع ہو گیا ہے،

قاضی صاعد نے اس کتاب کے متعلق لکھا ہے کہ

"یہ علوم (سائنس) کے احصار اوران کے اغراض کی تعریف مین ایک بلند پایہ کتاب ہے، کسی نے اس سے پہلے اس قسم کی کتاب نہین لکھی، اور نہ کسی نے یہ راہ اختیار کی، کوئی طالب علم اس کی راہ نمائی سے مستغنی نہین ہوسکتا، اور نہ اس پر غور وخوض کئے بغیر رہ سکتا ہے۔"

علامہ منک (Munk) کا خیال ہے، کہ جس رسالہ کا لاطینی زبان مین ترجمہ ہوا ہے، اور جو تلخیص سائر العلوم کے نام سے فارابی سے منسوب ہے، وہ "احصار العلوم" ہی کا ایک ملخص ترجمہ ہے، اسکا ایک نسخہ اٹلی کے کتب خانہ مین موجود ہے، اور ایک مکمل نسخہ لاطینی مخطوطات مین پیرس کے قومی کتب خانہ مین ملتا ہے، یہ رسالہ پانچ ابواب پر منقسم ہے، پہلے مین علوم لغت، دوسرے مین منطق، تیسرے مین ریاضیات، چوتھے مین طبعیات، اور پانچوین مین فنون مدینہ سے بحث کی گئی ہے، فارابی نے ان مختلف علوم کا بھی ذکر کیا ہے، جن پر یہ ابواب مشتمل ہین، اُن کے ساتھ ہر فن کی واضح طور پر مختصر الفاظ مین تعریف بھی کی ہے؛

(۲۰) مبادی آراء اهل مدینة الفاضلة، (مطبوعہ لندن ۱۸۹۵ء)

(۲۱) السیاسة المدنیة، (بیروت ۱۹۰۲ء)

(۲۲ - ۳۰) نو کتابین ریاضیات، کیمیا اور موسیقی پر جو عبرانی ولاطینی ترجمون کے ساتھ یورپ کے مختلف کتب خانون مین موجود ہین،

(۳۱ - ۳۹) ۹، اور تالیفات مختلف مقامات مین پائی جاتی ہین،

(۴۰ - ۴۴) سیاسیات اور ادب پر پانچ اور کتابین بھی ملتی ہین،

(۴۵) التالیفات (مطبوعہ دائرة المعارف، حیدرآباد دکن)

اس رسالہ مین فارابی علم انسانی کو حقائق اشیار کے ادراک ومعرفت کے لئے ناکافی خیال کرتا ہے، وہ کہتا ہے کہ انسان کے لئے حقائق اشیار کا علم قطعاً ممکن نہین، اور جو کچھ بھی ہم جانتے ہین



وہ کسی شے کی حقیقت نہین، بلکہ صرف اس کے اعراض وخواص ولوازم ہین جن کو اب ہم کانٹ کی اصطلاح مین آثار ومظاہر (Phenomena) کہتے ہین، فارابی کے الفاظ یہ ہین "اشیار کی حقیقتون سے واقف ہونا بشر کی قدرت ہی مین نہین، ہم اشیار کے متعلق اُن کے خواص، لوازم واعراض کے سوا کچھ نہین جانتے ہم صرف اتنا جانتے ہین کہ ان اشیار سے کچھ خواص واعراض ظاہر ہوتے ہین، باقی جہان تک حقیقت کا تعلق ہے وہ نہ ہم دل ہی کی جانتے ہین، نہ عقل کی نہ نفس کی نہ فلک کی، نہ آگ کی نہ ہوا کی نہ پانی کی، حدیہ ہے کہ جن کو ہم اعراض ولوازم کہتے ہین، ان کی حقیقت سے بھی ہم واقف نہین" مثلاً نفس کی مثال دے کر لکھتا ہے "جب ہم کسی جسم مین حرکت دیکھتے ہین، تو ہم اس حرکت کے لئے کوئی نہ کوئی محرک فرض کر لیتے ہین، اور انسانی یا حیوانی جسم کی حرکت کو جب ہم دیگر اجسام سے مختلف پاتے ہین تو ساتھ ہی یہ فیصلہ کر دیتے ہین کہ اس کا محرک کوئی نہ کوئی خاص ہے، جس کی کوئی خاص صفت ہے، جو دیگر محرکات مین نہین پائی جاتی، تو ہم اس حرکت کی خصوصیت کا تتبع کرتے ہین، یہانتک کہ ہم نفس کے عوارض ولوازم کو پہچاننے لگتے ہین،

گویا کانٹ کی اصطلاح مین اگر اشیار کو دو اعتبارات مین تقسیم کیا جائے، جن مین ایک کو حقائق (Noumena) اور دوسرے کو مظاہر وآثار (Phenomena) کہیں تو پھر انسان کا علم محض آثار وظواہر تک محدود ہے، حقائق تک اس کو رسائی نہین، یہی خلاصہ فارابی کے بھی اس خیال کا معلوم ہوتا ہے کہ انسان کا علم حقائق اشیار سے واقفیت پر سرے سے قادر نہین، اور جو کچھ بھی جانتا ہے وہ ان اشیار کے صرف خواص وعوارض یعنی وہی کانٹ کے آثار ومظاہر ہین،

فارابی کی ان موجودہ کتابون کے علاوہ مفقودہ کتابون مین ایک اہم کتاب کا ذکر قفطی اور ابن ابی اصیبعہ نے اپنی کتابون مین کیا ہے، اور وہ یہ ہے :-

"اغراض فلسفة افلاطون وارسطو وتحلیل ما کتبه هذان الحکیمان" یہ کتاب تین حصون پر منقسم ہے، پہلا حصہ مقدمہ ہے جس مین فلسفہ کے فروع کی تشریح کی گئی ہے اور ایک

دوسرے کے باہمی تعلق پر روشنی ڈالی گئی ہی، دوسرے حصہ مین افلاطون کے فلسفے پر بحث ہی، اور اس کی کتابون کی صراحت ہی، تیسرے حصہ مین ارسطو کے فلسفے کی تفصیل ہی، اور اس کے ساتھ اس کی ہر کتاب کی تلخیص دیگئی،

ابن ابی اصیبعہ نے اس کتاب کے متعلق لکھا ہے، فارابی نے افلاطون اور ارسطو کے فلسفہ کے اغراض پر ایک کتاب لکھی ہے، جس سے اس کے فلسفیانہ تبحر اور حکمت کی تحقیق کا پتہ چلتا ہے، اس سے طریق استدلال کی دریافت اور مطلوب کے پہچاننے مین بڑی مدد ملتی ہے، اس مین اس نے تمام علوم کے اسرار اور اُن کے فوائد تفصیلی طور پر واضح کئے ہین، اور یہ بھی تبلایا ہے کہ کس طرح بعض علوم کا بعض سے تدریجی طور پر استنباط کیا جا سکتا ہے اسکے بعد اُسنے افلاطون کے فلسفہ سے بحث کی ہی سب سے پہلے یہ تبلایا ہی کہ افلاطون کا اپنے فلسفے سے کیا مطلب تھا، اس کے ساتھ افلاطون کی فلسفیانہ تصانیف کے نام گنائے ہین، اس کے بعد ارسطو کے فلسفے پر روشنی ڈالی ہے، اور اس پر ایک طویل مقدمہ لکھا ہی جس مین اس کے فلسفہ کی تشریح کی ہے، اور منطق و طبعیات پر اس کی جو کتابین ہین، ان مین سے ہر ایک کے اغراض پر بحث کی ہے، اس نسخے مین جو ہمین دستیاب ہوا ہے، علم الٰہی کی ہدایت پر بحث کا اختتام ہوا ہے، اور علم طبعی کے ذریعہ اس پر استدلال کیا گیا ہے، فلسفے کے طالب علم کو اس سے بہتر کوئی کتاب نہین مل سکتی، کیونکہ اس کتاب کے ذریعہ ان تمام علوم کے مشترک معنی سے واقفیت ہونے کے ساتھ ہی ان معنی کا بھی علم ہو جاتا ہے، جو ہر علم کے ساتھ مخصوص ہین ،....[1]"

قفطی اور ابن ابی اصیبعہ نے فارابی کی کتابون کی جو تفصیلات لکھی ہین، اُن کے بیش نظر فارابی کی جملہ شترہ شرحین، ساٹھ کتابین، اور پندرہ رسالے ثابت ہوتے ہین، ان مین سے شاہ کار تو وہ ہین، جو ارسطو کے فلسفہ کی تشریح و توضیح کے لئے مخصوص ہین، اسی بنا پر اس کو معلم ثانی کا لقب دیا گیا ہے[2] جس مین اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ وہ ارسطو کے بعد جس کا لقب معلم اول تھا، تمام مسلمان حکما مین افضل[3] ہے، ابن خلکان بھی فارابی کو مسلمانون مین سب سے بڑا فلسفی قرار دیتا ہے، اور کہتا ہے کہ کوئی مسلمان مفکر فلسفیانہ

---

[1] منقول از تاریخ فلاسفۃ الاسلام لطفی جمعہ (مترجم) ص ۲۶، ۲۷، [2] خلفاے عباسیہ کے زمانہ مین یونانی سے



علوم مین فارابی کے مرتبہ کو نہین پہنچا، ابن سینا اسی کی کتابون کے مطالعہ سے اور اسی کی طرز تحریر کی اتباع و تقلید سے اس کمال تک پہنچا جس نے اس کی تصانیف کو اس قدر مفید کر دیا ہے، ابن سبعین کی راے مین فارابی مسلمان فلاسفہ مین سب سے زیادہ فہیم، علوم قدیمہ مین سب سے زیادہ ماہر اور ایک بے نظیر فلسفی ہے، فارابی کا رجحان افلاطون کے فلسفہ کی طرف ارسطو کے فلسفے کے مقابلے مین کچھ کم نہ تھا، ہمارے اس بیان کا ثبوت فارابی کی ان کتابون کے مطالعہ سے مل سکتا ہے، جو اُس نے اخلاقیات و سیاسیات پر لکھی ہین، اور اس کے اس رسالہ سے بھی جو اس نے افلاطون و ارسطو کے فلسفے کی تطبیق پر لکھا ہے،

اس مین شک نہین کہ فارابی اپنے زمانہ کے تمام موجودہ علوم پر حاوی تھا، اور عالم اسلام مین اس کی جیسی شخصیتین کم ملتی ہین،

(باقی)

---

(بقیہ حاشیہ ص ۱۲۲) جس قدر کتابین عربی مین ترجمہ ہوئی تھین، وہ ایک دوسرے کے مخالف، غیر واضح اور مخلوط تھین، اور فارابی کے زمانہ تک اسی حالت مین باقی رہین، ان ترجمون کی اس حالت کو دیکھ کر منصور بن نوح سامانی نے جو فارابی کے زمانہ مین سلطنت سامانیہ کا حکمران تھا، اور جس کا پایۂ تخت بخارا تھا، فارابی سے درخواست کی کہ ان تمام تراجم کو جمع کر کے ایک عمدہ ترجمہ تیار کر دے، چنانچہ فارابی نے ان تمام ترجمون کی تہذیب، ترتیب اور تلخیص کی، اور ان کو ایک مستقل کتاب مین جمع کر دیا، جس کا نام اُس نے تعلیم ثانی رکھا، اور اس کتاب کی وجہ سے وہ معلم ثانی کے لقب سے مشہور ہوا، (کشف الظنون جلد اول ص ۹۴۴ [3] منقول از تاریخ فلاسفۃ الاسلام ص ۲۵،

# اردو شاعری مین انقلاب کیونکر پیدا ہوا

## (انقلاب کی عام تاریخ)

از مولانا عبد السلام ندوی

(۳)

مذکورۂ بالا تو معنوی اصلاحات تھین لفظی حیثیت سے

۳- اگرچہ بعض موقعون پر لفظی صنائع کلام مین حسن پیدا کر دیتے ہین لیکن تکلف کے ساتھ اس کا التزام شعر کی تمام خوبیون کو برباد کر دیتا ہے، اس لئے اُن سے لازمی طور پر احتراز کرنا چاہئے،

۴- سنگلاخ زمینون مین شعر نہین کہنا چاہئے اور یہ دونون تجویزین نہایت مناسب اور قابلِ عمل ہین،

---

ان اصلاحی صورتون کے بعد غزل کی زمین مین ایک زلزلہ انگیز انقلاب آگیا، اور خود مولانا حالی نے اس مین عاشقانہ خیالات کے ساتھ اس کثرت سے اخلاقی، قومی، اور سیاسی خیالات کا اظہار کیا، کہ وہ بالکل ایک نئی چیز بن گئی، چنانچہ وہ خود کہتے ہین،

ایسی غزلین سنی نہ تھین حالی — یہ نکالی کہان سے تم نے بیاض

مولانا اسمٰعیل میرٹھی نے جیسا کہ وہ خود فرماتے ہین،

اسی کا وصف ہے مقصود شعرخوانی سے — اسی کا ذکر ہے مقصد غزل سرائی کا

نہین ہے اگلے زمانے کی یہ روش زنہار — ہین یادگار ہون خاقانی و سنائی کا



صوفیانہ اور ناصحانہ رنگ اختیار کیا تاہم اس سے انکار نہین کیا جاسکتا کہ اس قسم کے مضامین سے غزل کی لطافت مین بہت کچھ فرق آگیا، اور وہ ایک خشک چیز ہو کر رہ گئی، اس لئے دورِ جدید کے شعرا نے مولانا حالی اور مولانا اسمٰعیل میرٹھی کی بے آب و رنگ روش تو اختیار نہین کی تاہم انھون نے لکھنو کے قدیم رنگ کو چھوڑ کر قدما کی روش اور دلی کے متانت آمیز رنگ کو اختیار کیا، جس پر دورِ جدید کے غزل گو شعراء عموماً فخر کرتے ہین، مثلاً حسرت موہانی کہتے ہین،

ہے زبانِ لکھنؤ مین رنگِ دہلی کی نمود — تجھ سے حسرت نام روشن شاعری کا ہو گیا

وفا رامپوری فرماتے ہین:-

اے وفا شیفتہ و مومن و غالب ہون مین

مین نے کچھ رنگ اڑایا ہے غزلخوانی کا

بالآخر لکھنؤ بھی اس رنگ سے متاثر ہوا، اور وہان کے شعرا مین چند لوگون نے اس رنگ مین سخن گستری شروع کی جن مین عزیز لکھنوی اس گروہ کے پیشرو ہین، جیسا کہ وہ خود کہتے ہین:-

کہتے ہین ریختہ کو جو اس طرز پر عزیز

کچھ لوگ اور شہر مین ہین اک ہمین نہین

یہ ایک طرز غزل گوئی ہو جو گو نیا نہین ہے، بلکہ وہی قدیم شعرا کی آواز بازگشت ہے، تاہم چونکہ کرنل ہالرائڈ کے مشاعرہ اور مولانا حالی کے مقدمۂ شعر و شاعری کے بعد قائم ہوا ہے، اور دورِ جدید کے اکثر شعرا اسی طرز مین کہتے ہین، اس لئے اس کو نیا بھی کہہ سکتے ہین، لیکن یہ ضروری نہین ہے کہ ہر وہ نئی چیز جو اپنی جدت کی وجہ سے لذیذ ہو وہ صحیح اور بے عیب بھی ہو، اس لئے ہم کو دیکھنا چاہئے کہ غزل گوئی کے اس طرز جدید مین کیا کیا خوبیان اور کیا کیا برائیان ہین۔

۱- جہان تک خوبیون کا تعلق ہے دورِ جدید کے غزل گو شعرا کی غزلین امرد پرستی، فحش و عریان

مضامین اور خارجی چیزون مثلاً انگیا کرتی، سرمہ، مسّی، اور کاجل وغیرہ کی تعریف وتوصیف سے پاک اور عشق ومحبت کے داخلی جذبات سے لبریز ہین، اس کے ساتھ اردو شاعری مین ایک خاص چیز کی اصلاح بھی ضروری تھی یعنی یہ کہ امرد پرستی نے فارسی زبان مین ناگوار مضامین کا جو سلسلہ قائم کردیا تھا، اسکی وجہ یہ تھی کہ مسلمانون کے فتوحات کی وسعت نے ہرقسم کے مردانہ حسن کو ایرانیون کے پیش نظر کردیا تھا، ترک غلام جو زیورِ حسن کے ساتھ فوجی اسلحہ سے بھی آراستہ ہوتے تھے، گھر گھر پھیل گئے تھے، اور حسن وجمال کی نمایش کے ساتھ فوجی جوہر بھی دکھاتے تھے، اس لئے قتل وخونریزی اُن کے بائین ہاتھ کا کھیل تھا، اور شہسواری اور تیراندازی اُن کا عام جوہر تھا، اور یہی غلام ایرانیون کے معشوق تھے، اس لئے ایرانی شعرا نے معشوق کو جلّاد، قاتل، سفاک، خونریز، غارتگر، شہسوار، اور تیرانداز وغیرہ کا جو خطاب دیا، اُس زمانہ کے حالات کے لحاظ سے بالکل صحیح تھے، لیکن فارسی شاعری کی تقلید مین یہ مضامین جو اردو غزلون مین آئے وہ واقعیت سے بالکل دور تھے، کیونکہ اردو شعراء کو اس قسم کے معشوقون سے کوئی سروکار نہ تھا، اس لئے ان مضامین سے اگر اردو شاعری خالی ہوجاتی، تو وہ اس طرح قصائی کی دکان نہ ہوتی جس طرح ایرانی شعراء نے اس کو قصائی کی دوکان بنادیا تھا،

لیکن دورِ جدید کے غزل گو شعراء کا اردو شاعری پر یہ خاص احسان ہے کہ انھون نے اس قسم کے ناگوار مضامین سے جو شانِ محبوبیت کے منافی تھے، اردو غزلون کو پاک وصاف کردیا، اگرچہ جابجا ان کے کلام مین بھی اس قسم کے مضامین آجاتے ہین تاہم اُن کی غزلون مین ان مضامین کی کثرت اور شدت نہین پائی جاتی، اور اس حیثیت سے ان کا کلام قدیم شعراء کے کلام سے خاص طور پر امتیاز رکھتا ہے،

(۲) خمریات کے سلسلہ مین زاہدون اور واعظون پر جو پھبتیان قدماء کے دور مین کہی جاتی تھین، اس نے ان کے کلام کو نہایت غیرمہذب بنادیا تھا اس لئے ان کے متعلق مولانا حالی کی تجویزون پر دورِ جدید



کے غزل گو شعراء نے پورے طور پر عمل کیا، اور اس طرح غیرمہذب اور ناگوار مضامین کا ایک طویل سلسلہ ختم ہوگیا، دورِ جدید کے غزلگو شعراء کے کلام مین اگر کہین اس قسم کے مضامین آبھی جاتے ہین تو اُن کا پیرایۂ بیان نہایت مہذب ہوتا ہے،

۳- صنائع وبدائع بالخصوص رعایت لفظی نے اردو غزلون مین نہایت کثرت سے بار پایا تھا جس کی ابتداء قدماء کے دور سے ہوئی، اور باوجود اصلاحی کوششون کے متوسطین کے دور مین اس نے اور فروغ پایا، اور متاخرین نے بھی جابجا اس کو استعمال کیا، لیکن دورِ جدید کے غزل گو شعراء کا کلام اس داغ سے بالکل پاک ہے، اس لئے قدرتی طور پر اُن کے یہان وہ مبتذل مضامین نہین پائے جاتے جو اس صنعت کی پابندی سے پیدا ہوجاتے تھے،

۴- دورِ جدید کے غزلگو شعراء نے سنگلاخ زمینون مین بھی قدم رکھنا پسند نہین کیا، اور مشکل ردیف وقافیہ مین جس مین قدماء نے بہت کچھ زورِ طبع صرف کیا تھا، غزلین نہین لکھین، اس لئے ان کا کلام غیرمطبوع مصنوعی مضامین سے بالکل پاک ہوگیا،

۵- متوسطین یعنی جرأت وغیرہ کے زمانہ سے مسلسل گوئی، یعنی ایک ہی زمین مین متعدد غزلون کے لکھنے کا جو رواج ہوا اور لکھنؤ کے متوسطین اور متاخرین شعراء نے دوغزلہ سہ غزلہ اور چوغزلہ لکھ کر غزلون کو قصیدہ بنادیا، شعرائے دورِ جدید نے اس کی بھی اصلاح کی، اور شعرائے ایران اور اردو کے قدیم اساتذہ کے طرز پر ہر زمین مین صرف ایک مختصر غزل لکھنے پر قناعت کی،

۶- دورِ جدید کے غزل گو شعراء نے چونکہ زیادہ تر غالب وموتمن کی تقلید کی ہے اس لئے ان کے کلام مین فارسی کی دلآویز ترکیبین بکثرت پائی جاتی ہین اور ان کے کلام کی یہ وہ خصوصیت ہے جو اس کو لکھنؤ اسکول کے شعراء کے کلام سے علانیہ ممتاز کرتی ہے،

۷- اسی سلسلہ مین وہ جدید استعارے اور جدید تشبیہین بھی داخل ہین، جو دورِ جدید کے غزل گو شعراء نے بکثرت

پیدا کین، اور اُن سے اردو غزلون مین ایک خاص جدت اور لطافت پیدا ہوگئی،

۸۔ لیکن دورِ جدید کے غزلگو شعراء نے صرف انہی لفظی جدت طرازیون پر قناعت نہین کی، بلکہ غزل کو حقیقی معنون مین غزل بنایا، غزل کا اصلی سرمایۂ ناز وہ مضامین ہین، جو انسان کے اندرونی جذبات و احساسات سے تعلق رکھتے ہین، اور قدماء غزل کو انہی جذبات و احساسات تک محدود رکھتے تھے لیکن متوسطین کے دور مین ناسخ، آتش، اور اُن کے تلامذہ نے غزل کو خارجی مضامین یعنی عورتون کی وضع و لباس، اور اُن کے زیورات کی تعریف و توصیف کی نمایش گاہ بنا دیا، جس سے بہت سے عریان اور فحش مضامین پیدا ہوگئے، لیکن شعراے دورِ جدید نے چونکہ غالب، مومن، اور دوسرے اساتذۂ دلی کی جن کا کلام اس قسم کے خارجی مضامین سے پاک تھا، تقلید کی، اس لئے ان کا کلام اس قسم کے ناپسندیدہ مضامین سے پاک ہوگیا، لیکن اُن کے کلام مین جس قدر محاسن ہین، قریب قریب انہی کے برابر معائب بھی ہین، جن کی تفصیل یہ ہے،

۱۔ ان شعراء نے جس قدر عمدہ استعارے اور تشبیہین پیدا کی ہین، اسی قدر بعض دور از کار استعارون سے اپنے کلام کو بھدا بھی کر دیا ہے،

۲۔ دورِ جدید کے غزلگو شعراء کے کلام مین دور از کار استعارون اور تشبیہون کے ساتھ نہایت کثرت سے لفظی اور معنوی غلطیان پائی جاتی ہین،

۳۔ چونکہ دورِ جدید کے غزلگو شعراء نے مومن و غالب کی پیچیدہ روش اختیار کی ہے، اس لئے اُن کے کلام کا ایک حصہ صفائی، سادگی اور روزمرہ کی پابندی سے معرا ہو کر اغلاق و ابہام بلکہ اہمال کے درجہ تک پہنچ گیا ہے، حالانکہ مولانا حالی نے غزل کی اصلاحی صورتون مین صفائی اور روزمرہ اور محاورہ کی پابندی کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی تھی،

دورِ جدید کے شعراء کی غزلین اگرچہ عریان مضامین سے پاک ہین، لیکن اُن کی نظمین اُن سے پاک نہین ہین،



۵۔ دورِ جدید کے غزلگو شعراء مین قوتِ شاعرانہ بہت کم پائی جاتی ہے، یہ لوگ مثنوی، قصیدہ اور مرثیہ بمشکل لکھ سکتے ہین، حالانکہ قدیم شعراء نے بہت سی مثنویان، بہت سے طولانی قصیدے اور مرثیون کے دفتر کے دفتر تیار کر دیئے ہین، قدماء سنگلاخ زمینون مین غزلین لکھ کر اپنی شاعرانہ قوت کی غیرمعمولی نمایش کرتے تھے، اگرچہ یہ غزل کا ایک عیب تھا، لیکن بہرحال اس سے شاعرانہ قوت کا اظہار ہوتا تھا، لیکن دورِ جدید کے غزلگو شعراء اس قسم کی سنگلاخ زمینون مین ایک غزل بھی بمشکل لکھ سکتے ہین، بلکہ اگر ان کو ایک خاص طرح کا بھی پابند کر دیا جائے تو اس کی پابندی بعض اوقات ان کو اختلاج مین مبتلا کر دیتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ مین غیر طرحی مشاعرون کا عام رواج ہوگیا ہے اور ایک شاعر اپنی رٹی ہوئی غزلون کو بار بار اُن مشاعرون مین پڑھا کرتا ہے، نئی نئی زمینون مین شعر کہنے کا رواج بہت کم ہوگیا ہے، اس لئے اُن کے کلام کے جو مجموعے شائع ہوتے ہین وہ نہایت مختصر ہوتے ہین، اور ان مین ہر ردیف کی غزلین نہین ہوتین،

۶۔ ان تمام باتون کے ساتھ شاعری کے علاوہ دورِ جدید کے شعراء کا اردو زبان و ادب پر اور کوئی ادبی احسان نہین ہے، حالانکہ دورِ قدیم کے شعراء نے ان احسانات سے اردو زبان اور اردو شاعری کو گرانبار کر دیا ہے مثلاً دورِ قدیم کے اکثر اساتذہ مثلاً میر تقی میر، میر حسن، مصحفی، اور قائم چاندپوری وغیرہ نے اردو شعراء کے عمدہ تذکرے لکھے ہین، جن سے اردو زبان اور اردو شاعری کے متعلق بہت سی مفید تنقیدی اور تاریخی باتین معلوم ہوتی ہین، اس کے بعد متوسطین کے زمانہ مین اگرچہ یہ سلسلہ منقطع ہوگیا، اور ناسخ، آتش، مومن، غالب اور ذوق وغیرہ نے کوئی تذکرہ نہین لکھا، لیکن ان کے تلامذہ مین نواب مصطفیٰ خان شیفتہ نے گلشن بیخار کے نام سے ایک نہایت عمدہ تنقیدی تذکرہ لکھا، لیکن تذکرون کے بجائے متوسطین کے دور مین اردو لغت کی طرف زیادہ تر توجہ مبذول ہوئی، اور میر علی اوسط رشک نے نفس اللغۃ کے نام سے ایک لغت لکھ کر گویا اردو لغت نویسی کی بنیاد ڈال دی، اور متاخرین شعراے لکھنؤ کے زمانہ مین اس

ذوق نے اور زیادہ ترقی کی، اور منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی نے نہایت تحقیق کے ساتھ اردو زبان کا ایک
مبسوط لغت لکھنا چاہا، جو افسوس ہے کہ نامکمل رہ گیا، تاہم اوس کی دو جلدین جو شائع ہو چکی ہین، ان کے
دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر وہ مکمل ہو گیا ہوتا، تو اردو زبان کی وسعتِ بے پایان کا ایک نہایت مستند
ثبوت بہم پہنچ جاتا، منشی صاحب مرحوم نے شعراے دور قدیم کی ایک اور یادگار کو زندہ کیا، اور شعراے
رام پور کے حالات مین ایک تذکرہ "انتخاب یادگار" کے نام سے لکھا، اسی دور مین حکیم سید ضامن علی جلال
نے سرمایۂ زبان اردو کے نام سے ایک لغت لکھا، جس مین اردو زبان کے محاورات، کنایات اور اصطلاحات
بتائے، اس لغت کے علاوہ تذکیر و تانیث کی بحث مین مفید الشعراء کے نام سے ایک رسالہ لکھا، اور [illegible]
مین بعض مفرد اور مرکب الفاظ کی تحقیق و تصریف بیان کی، اردو زبان اور فن شاعری کے متعلق اُن کے
بعض رسالے اور بھی ہین،

ان سب کے بعد مولوی نور الحسن صاحب نیّر نے نور اللغات کے نام سے اردو زبان کا ایک مبسوط
لغت لکھا، لیکن قدما، متوسطین، اور متاخرین شعراے اردو کی ان خدمات کے مقابلہ مین شعراے دورِ جدید
نے نہ کوئی تذکرہ لکھا نہ اردو زبان کا کوئی لغت مدون کیا، نہ تحقیق الفاظ اور تذکیر و تانیث پر کوئی رسالہ
مرتب کیا، البتہ اس دور مین اردو شاعری کی اصلاح کا جو عام غلغلہ بلند ہوا، اس نے تصنیفات کا ایک
ایسا سلسلہ قائم کر دیا جس سے قدما، متوسطین اور متاخرین شعراے اردو کا دور بالکل خالی تھا،

۱- متوسطین اور متاخرین شعراے اردو کے دور مین شاعری کی حقیقت، شاعری کی اصلاح
اور شاعری کے تنقیدی اصول کے متعلق ایک حرف بھی نہین لکھا گیا تھا، تنقیدی حیثیت سے صرف
دو ایک رسالے لکھے گئے تھے، جن مین میر انیس، مرزا دبیر، اور چند شعراے لکھنؤ پر لفظی گرفتین کی گئی تھین،
لیکن اس دور مین مولانا حالی نے شاعری کی حقیقت، شاعری کی اصلاح، اور شاعری کے تنقیدی
اصول پر مقدمۂ شعر و شاعری کے نام سے جو رسالہ لکھا اس کی نظیر گذشتہ دورون مین نہین مل سکتی، اور



دور جدید مین اردو شاعری مین جو اصلاحی ترقی ہوئی ہے، وہ زیادہ تر اسی رسالہ کا فیض ہے، اس کے
بعد مولانا شبلی مرحوم نے "موازنۂ انیس و دبیر" کے نام سے، انیس و دبیر کے کلام پر جو تنقیدی محاکمہ لکھا، اور جن
شاعری کی تنقید کے ایسے مفید اصول قائم کر دیئے، جس کی طرف گذشتہ دورون مین شعراء کا خیال بھی رجوع
نہین ہوا تھا، شعر العجم کی چوتھی اور پانچوین جلد مین انھون نے شاعری کی حقیقت اور اس کے لوازم پر جو
کچھ لکھا ہے، وہ بھی عربی، فارسی اور انگریزی زبان کے تنقیدی لٹریچر کا گویا نچوڑ ہے، غرض تنقیدی حیثیت
سے یہ دور گذشتہ دورون پر امتیاز خاص رکھتا ہے،

گذشتہ دورون مین اردو شعراء کے کلام کی کوئی شرح بھی نہین لکھی گئی تھی، لیکن دور جدید مین اردو
زبان کے مشکل گو شعراء مین غالب کے دیوان کی متعدد شرحین لکھی گئین، اور ان شرحون مین اشعار کے معانی
و مطالب کے ساتھ بہت سے ادبی اور تاریخی نکتے بھی بیان کئے گئے، مومن کا کلام بھی بہت زیادہ مغلق اور
مبہم تھا، اور اُن کے دیوان کی بھی ایک شرح لکھی گئی،

ایک اور حیثیت سے بھی یہ دور گذشتہ دورون پر ترجیح رکھتا ہے، وہ یہ کہ قدما کے دور سے لیکر
متاخرین کے دور تک اردو کے شعراء کے کلام کا کوئی انتخاب نہین شائع کیا گیا تھا، حالانکہ ذوقِ سخن کو
ترقی دینے کے لئے اس قسم کے انتخابات علم ادب کا ایک ضروری جزو ہین، عربی مین ابو تمام نے شعراے
عرب کے کلام کا جو منتخب مجموعہ تیار کیا وہ عربی شاعری کا عطر اور خلاصہ ہے، لیکن افسوس ہے کہ گذشتہ دور
کے شعراء نے اس طرف بالکل توجہ نہین کی، اور اردو لٹریچر اس قسم کے ادبی ذخیرہ سے محروم رہ گیا،
لیکن دور جدید مین اس طرف خاص توجہ کی گئی، اور مختلف شعراء کے کلام کے انتخابات شائع کئے گئے،
اور اس سلسلہ مین مولانا فضل الحسن حسرت موہانی کی خدمات امتیاز خاص رکھتی ہین کہ انھون نے شعراے
قدیم کے بہت سے دواوین کے انتخابات شائع کئے، سب کے آخر مین ہندوستانی اکاڈمی الہ آباد نے
جواہر سخن کے نام سے اردو شعراء کے کلام کا ایک انتخاب شعراء کے مختصر حالات کے ساتھ شائع کیا، لیکن

باایں ہمہ اب تک اردو شعراء کے کلام کا کوئی ایسا جامع انتخاب نہین شائع ہوا ہے، جو اردو زبان کے ہر دور کے شعراء کے برگزیدہ کلام کا جامع ہو، تاہم یہ کام میرے پیش نظر ہے، اور اگر زمانہ نے مساعدت کی تو یہ مجموعہ خاکسار ہی کے نامۂ اعمال مین درج ہوگی، لیکن اس موقع پر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ عربی شاعری کی تاریخ میں شعراء کے جو مختلف دور اور مختلف طبقات قائم کئے گئے ہین، ان مین ایک طبقہ کو مخضرمین کہتے ہین یعنی وہ شعراء جن کی شاعری کا ایک سرا دورِ جاہلیت سے اور دوسرا سرا دورِ اسلام سے ملا ہوا ہے، بعینہٖ اسی طرح شعرائے دورِ جدید کے دو طبقے یا دو دور ہین، ایک دور یا ایک طبقہ تو وہ ہے جس کا ایک ماضی ہے اور اس لئے اس کا ایک مستقبل بھی ہے یعنی اس دور اور اس طبقہ کے شعراء اردو کے متوسطین اور متاخرین شعراء سے تعلق رکھتے ہین، اور انھون نے اُن کے دواوین پڑھے ہین، اون کی صحبتین اٹھائی ہین اور اُن سے اکتسابِ فیض کیا ہے، مولانا حالی، مولانا محمد حسین آزاد، مولانا شبلی، مولانا علی حیدر طباطبائی اور مولانا حسرت موہانی اسی طبقہ مین شامل ہین، اور اردو شاعری کی زیادہ تر خدمتین ان ہی لوگون نے کی ہین، لیکن شعرائے دورِ جدید کا دوسرا طبقہ اپنا کوئی ماضی نہین رکھتا، اردو کے گذشتہ شعراء سے اپنا سلسلہ بالکل منقطع کرلیا ہے، اور سوشلزم، کمیونزم اور موجودہ دور کی اسی قسم کی متعدد تحریکات سے متاثر ہین، اور سب سے زیادہ "ادب برائے زندگی" کے غلط مفہوم اور غلط تعبیر نے ان کو گمراہ کیا ہے، اور اُن کے بعض نامور شاعرون کو چھوڑ کر جو فنِ شاعری مین پرانے اسکولِ شاعری کے پابند ہین، اور جن کا کلام حقیقۃً شاعری کہلانے کا مستحق ہے، اُن کے بیشتر افراد چند نظمون کے سوا جو بہت زیادہ لائق تنقید ہین کوئی ادبی سرمایہ نہین رکھتے اس لئے شعرائے دورِ جدید کے کلام کی تنقید، اور اس کے تغیرات و انقلابات مین ہم کو ان دونون طبقون کے درمیان حدِ فاصل قائم کرنی ہوگی، اور اس سلسلہ مین اگر ہم ایک شاعر کی مدح وستایش اور دوسرے کی ہجو و بدگوئی کرین، تو اس کے یہ معنی نہین ہین کہ ہم پورے دورِ جدید کی مدح وستایش یا اس کی ہجو کر رہے ہین،



ذرائع معاش نے بھی شعرائے دورِ جدید اور شعرائے دورِ قدیم مین ایک بڑا اختلاف پیدا کر دیا، اور اس کا اثر اُن کی شاعری پر پڑا ہے، قدیم دور سے لیکر متاخرین کے دور تک اکثر اساتذۂ اردو کی معاش کا دارومدار امراء و سلاطین کی قدردانی پر رہا ہے، لیکن اس صورت مین ان اساتذہ کو دربدر کی خاک چھاننی نہین پڑتی تھی، بلکہ وہ ایک گوشۂ خلوت مین بیٹھکر صرف شعر و سخن یا شاعری کے متعلق مختلف قسم کے ادبی مشاغل مین مشغول رہتے تھے، اور غزل کے علاوہ ان امراء و سلاطین کی مدح مین مختلف تقریبات کے موقعون پر اُن کو قصائد بھی کہنے پڑتے تھے، کیونکہ بہت سے امراء و سلاطین کے دربارون سے متعدد شعراء وابستہ ہوتے تھے، اس لئے ان مین باہم مسابقت کا جذبہ پیدا ہوتا تھا جس سے شاعری کو فی الجملہ ترقی ہوتی تھی، اور ایک کے رنگِ کلام کا اثر دوسرے پر پڑتا تھا جیسا کہ دربار رامپور مین شعرائے لکھنؤ مثلاً امیر و جلال نے شعرائے دلی کا رنگ کلام اختیار کیا، لیکن شعرائے دورِ جدید کا اب کوئی ادبی، ماویٰ و ملجا نہین ہے، بلکہ زیادہ تر اُن کی معاش کا دارومدار ان غیر طرحی مشاعرون پر ہے جو ملک کے طول و عرض مین اکثر ہوتے رہتے ہین، اور ان مشاعرون مین دورِ جدید کے مشہور شعراء معاوضہ پر بلائے جاتے ہین، اور اس طرزِ معاش نے شعراء کو اُن کے گوشۂ خلوت سے نکل کر ایک بے آب و گیاہ میدان مین ڈال دیا ہے، جہان نہ شاعرانہ مباحثے ہین، نہ ادبی مسابقت و مقاومت، بلکہ جس طرح ایک وکیل اپنی فیس لے کر مقدمہ مین بحث کرکے چلا جاتا ہے، اسی طرح یہ شعراء بھی اپنا کلام سنا کر مطلوبہ معاوضہ لے کر واپس ہوجاتے ہین، اور اس نے اُن کی شاعری کے ساتھ اُن کے اخلاق پر بھی ایک ناخوشگوار اثر ڈالا ہے،

دورِ قدیم اور دورِ جدید مین ایک چیز اور حدِ فاصل ہے، قدیم دور مین استادی اور شاگردی کا ایک مضبوط رشتہ شعراء کو منسلک کئے ہوئے تھا، اور بغیر استاد کی اصلاح کے غزل کہنا اور غزل پڑھنا ایک ادبی جرم سمجھا جاتا تھا، لیکن اب یہ رشتہ بالکل منقطع ہوگیا ہے اور دورِ جدید کے شعراء کے کلام مین جو ناہمواریان

اور خامیاں پائی جاتی ہیں، اس کا ایک بڑا سبب یہی ہے،

بہرحال ان حالات اور ان اسباب نے اردو غزلگوئی میں عظیم الشان تغیرات و انقلابات پیدا کر دیئے ہیں جن کی تفصیل ہم اپنی زیر تصنیف کتاب "دورِ جدید کی شاعری" میں جو شعر الہند کا تیسرا حصہ ہوگی، کرینگے لیکن اس مضمون میں ہم نے سرسری طور پر ان کا ذکر صرف اس لئے کر دیا ہے تاکہ شاعری کے تغیرات و انقلابات کی اجمالی تاریخ پیشِ نظر ہو جائے، اور اس تاریخ کے پیش نظر رکھنے کے بعد جو نتائج نکلتے ہیں، وہ حسب ذیل ہیں،

۱- سب سے پہلے ایرانی قوم نے عربی شاعری کے طریقۂ تشبیب میں انتقاماً تغیر و انقلاب پیدا کرنا چاہا، اور خلفائے عباسیہ کی روک ٹوک کے بعد اس میں کامیاب بھی ہو گئے،

۲- لیکن اس کامیابی کے بعد انھوں نے جو طریقۂ تشبیب اختیار کیا، وہ اہل عرب کے طریقۂ تشبیب سے زیادہ وسیع، تمدن سے زیادہ قریب اور اس تمدنی دور کے شاعرانہ مذاق کے لئے زیادہ دلفریب تھا،

۳- لیکن ایرانیوں نے اپنی دست درازیوں کو صرف عربی شاعری ہی تک محدود رکھا، خود عربی زبان پر انھوں نے دستِ تطاول دراز نہیں کیا،

۴- اس کے بعد فارسی شاعری میں جو تغیرات و انقلابات پیدا ہوئے وہ کسی قوم کے بغض و عداوت یا جذبۂ انتقام کا نتیجہ نہ تھے، بلکہ مذہبی تغیرات، علمی اثرات اور اخلاقی انحطاط نے ان کو پیدا کیا تھا، اس لئے وہ مختلف مذاہب، مختلف علوم اور مختلف بداخلاقیوں سے متاثر ہوئی ہے، اور اسی سلسلہ میں اس پر ہندو مذہب کا بھی اثر پڑا ہے، اور زنار، برہمن، ناقوس، اور بت کدہ وغیرہ اس کا جزو لاینفک ہو گئے ہیں اور اردو شاعری نے بھی تقلیداً ان مضامین کو اپنے اندر جذب کر لیا ہے،

۵- ان سب کے بعد انگریزی دورِ حکومت شروع ہوا، تو انگریزوں نے بھی اپنے تمدنی اور علمی اثرات کی توسیع کے لئے اردو شاعری میں انقلاب پیدا کرنا چاہا، جس کی عملی کوشش کا ظہور کرنل ہالرائڈ کے غیر طرحی مشاعرے کی صورت میں ہوا، اور اس نے غزل کے علاوہ اردو شاعری میں مختلف اصناف کا جس کی تفصیل



ہم اوپر کر چکے ہیں، اضافہ کر دیا، اور گوناگون موضوعات پر یورپین طرز کی نظمیں لکھی گئیں، اگرچہ غزل جیسی مقبول اور متداول صنف کا استیصال کلی اس دورِ انقلاب میں بھی نہ ہو سکا، تاہم مولانا حالی کی اصلاحی کوششوں کا جو میر و مصحفی کی تقلید کو چھوڑ کر مغربی رنگِ کلام کو اختیار کر چکے تھے، غیر معمولی اثر ہوا، اور اردو غزلگوئی نے ایک نیا قالب اختیار کر لیا، جو اگرچہ مختلف حیثیتوں سے قابلِ تنقید ہے تاہم اس کی جدت اور پاکیزگی میں کوئی شبہہ نہیں،

۶- ان تمام تغیرات کے بعد کانگریس گورنمنٹ برسر اقتدار آئی جو اگرچہ اپنے آپ کو ایک غیر جانبدار جمہوری حکومت کہتی ہے، لیکن اس حکومت کے اجزائے ترکیبی کچھ تو اکثریت کے ممتاز لیکن زیادہ تر اس اکثریت کے غیر ممتاز اشخاص ہیں، اگرچہ یہ لوگ اردو شاعری میں کسی قسم کا انقلاب پیدا نہیں کر سکتے تھے، تاہم انھوں نے شاعری کے حدود سے باہر قدم رکھکر خود اردو زبان کو فنا کرنا چاہا ہے، جو اردو شاعری کی ماں ہے، اور ظاہر ہے کہ ماں کے مرجانے کے بعد بچے کو دودھ نہیں مل سکتا، اس لئے وہ خود بخود مرجائیگا، اردو زبان کی موت کا یہ پیغام ہندو قوم کے بڑے طبقہ کی زبان پر ہے، اس لئے اردو کے حامیوں کو یا تو اس پیغام کو صبر و سکون کے ساتھ قبول کر لینا چاہیئے، یا استقلال و استقامت کے ساتھ اس کا مقابلہ کرنا چاہیئے، کیونکہ اس سے پہلے عربی شاعری اور اردو شاعری پر جو حملے ہوئے تھے، وہ ادبی اور علمی تھے لیکن یہ ان پر ایک متعصبانہ اور وحشیانہ حملہ ہے، جس کا مقصد ہی اردو زبان کو مٹا دینا ہے۔

---

# علامہ زاہد الکوثری

## اس دور کے ایک مشہور و معروف عالم کی خود نوشت سوانح عمری

از

جناب مولوی حافظ مجیب اللہ صاحب رفیق دار المصنفین

علامہ زاہد الکوثری مرحوم مصر کے مشہور و معروف عالم تھے، جن کا انتقال حال ہی میں ہوا ہے، ان کی پوری زندگی دینی علوم خصوصیت سے رجال و طبقات کی تحقیق و تنقید اور فقہ حنفی کی خدمت میں بسر ہوئی، ضرورت تھی کہ اُن کے سوانح حیات اور علمی خدمات پر مفصل مضمون لکھا جاتا تاکہ اُن کے فضل و کمال سے ہندوستان کے عام اہل علم واقف ہو جاتے، حسن اتفاق ہے کہ اس ضرورت کا احساس مولانا ابو الوفا صاحب صدر لجنۃ احیاء المعارف النعمانیہ (جن کے مرحوم سے دیرینہ تعلقات تھے) کو انکی زندگی ہی میں ہو گیا تھا، اور انھوں نے خواہش ظاہر کی تھی کہ وہ اپنے حالات خود اپنے قلم سے لکھکر بھیج دیں، مرحوم نے اپنے کریمانہ اخلاق کی بنا پر یہ خواہش تو پوری کردی، مگر طبعی شرافت اور نام و نمود سے گریز کی بنا پر اپنے حالات بہت ہی مختصر لکھے بلکہ زندگی کے بعض گوشوں کو تو انھوں نے بالکل اوجھل ہی رکھا، بہرحال جس قدر اُن کے حالات معلوم ہو گئے ہیں، ان کی شخصیت اور اُن کے خاندان کے تعارف کے لئے کافی ہیں، یہ حالات عربی میں ہیں جس کا ترجمہ اردو میں دیا جا رہا ہے،

**خاندان** میرا خاندان شمالی قفقاز (روس) کا رہنے والا تھا، مگر تیرہوین صدی کے نصف میں جب روسی حکومت کے مقابلہ میں قفقاز کے مجاہدین کو شکست ہوئی تو وہاں سے بہت سے مسلم قبیلے ہجرت کر گئے، ہمارے قبیلہ



کے بھی تقریباً سترگھرانے ترک وطن کرکے دولت عثمانیہ کے سایہ میں آگئے، اور شہر دوزجہ سے تین میل جنوب میں ایک غیر آباد مقام پر خیمہ زن ہو گئے، اور کچھ دنوں کے بعد یعنی ۱۲۸۰ھ میں ان مہاجرین کی ایک بستی بسائی گئی، جس کا نام میرے والد حاجی حسن کے انتساب سے قریۂ حاجی حسن آفندی پڑ گیا،

**میری ولادت اور والد مرحوم کے مختصر حالات** میری ولادت اسی نوآبادی میں، ۲۷ رمضان ۲۸ شوال ۱۲۹۶ھ کو ہوئی، میرے والد کا نام شیخ حسن بن علی الکوثری[1] تھا، اُن کی ولادت اپنے آبائی وطن قفقاز کے ایک مقام "سبستر" میں ہوئی تھی، انھوں نے سب سے پہلے شیخ موسیٰ صوفی متوفی ۱۲۷۶ھ اور شیخ موسیٰ الحنفی متوفی ۱۳۰۰ھ سے صرف و نحو اور فقہ کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، پھر شیخ حسن العوصمی سے جو مشہور مجاہد شیخ شامل کے شاگرد تھے، دوسرے علوم کی تکمیل کی، فن قرأت کی تحصیل شیخ سلیمان الشربی سے کی، جن کو ۱۲۷۷ھ میں قفقاز ہی میں شہید کیا گیا،

تکمیل علم کے بعد انھوں نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا، جس سے طلبہ کا ایک اچھا خاصا طبقہ اُن کے گرد جمع ہو گیا، ۱۲۸۰ھ میں جب مہاجرین کی نئی بستی آباد ہوئی تو انھوں نے یہاں ایک مدرسہ کی بھی بنیاد ڈال دی، اور اس مقصد کے لئے تقریباً بیس حجرے تیار کرائے گئے، یہی کمرے درسگاہ کا بھی کام دیتے تھے، اور طلبہ کی اقامت گاہ بھی تھے، مدرسہ کی تعلیم کا نظم یہ تھا کہ بڑے طلبہ کو وہ خود پڑھاتے تھے، اور چھوٹے لڑکوں کی تعلیم منتہی طالب علموں کے سپرد کردی تھی، تقریباً ۲۳ برس تک وہ اس نوآبادی میں تنہا علم دین کی روشنی پھیلاتے رہے، ۱۳۰۳ھ میں شہر دوزجہ کے اعیان نے جدید جامع مسجد کی تعمیر کے ساتھ ایک شاندار مدرسہ بھی تعمیر کرایا، اور اُن کی خواہش پر والد صاحب مع طلبہ اس نئے مدرسہ میں آگئے، اور مدت العمر یہیں رہے،

والد مرحوم کو حدیث و فقہ کے مطالعہ سے خاص شغف تھا، بخاری کی دونوں شرحیں فتح الباری اور عینی ہمیشہ اُن کے مطالعہ میں رہتی تھیں، مختصر البخاری اور رموز الاحادیث کا درس دیتے تھے، فقہ میں حنفی

---

[1] کوثر اُن کے مورث اعلیٰ کا نام تھا، اسی نسبت سے یہ خانوادہ اپنے کو کوثری لکھتا ہے،

مسلک رکھتے تھے، اور اس مسلک کے مسائل اُن کے نوک زبان رہتے تھے،

احیاء العلوم اور مکتوبات مجدد الف ثانی کا ترجمہ بھی اکثر اُن کے مطالعہ مین رہتا تھا، اس وقت کے عام دستور کے مطابق نقشبندیہ مجددیہ سلسلہ مین بیعت بھی تھے، مگر اسی کے ساتھ

| | |
|---|---|
| ینھی اصحابہ عن الخوض فی العلوم الدقیقۃ بالقول المجرد ویدعو اصحابہ دائماً الی الکتاب والسنۃ | اپنے تلامذہ اور متوسلین کو علوم دقیقہ یعنی تصوف مین کتاب و سنت کی دلیل کے بغیر محض کسی کے قول اور ملفوظات کی بنا پر غور وخوض سے منع کرتے تھے، ان کی دعوت ہمیشہ کتاب و سنت کی طرف رہتی تھی |

سال کے نو مہینون مین صوم داؤدی پر عمل کرتے تھے، یعنی ایک دن روزہ رکھتے تھے، اور دوسرے دن افطار کرتے تھے، مگر تین مہینے غالباً شعبان، رمضان اور شوال مین مسلسل روزے رکھتے تھے، آخر عمر مین جب بہت نحیف ہو گئے تھے، تو اس معمول مین فرق آگیا تھا، پورے سو برس کی عمر مین ان کا انتقال ۱۳۴۵ھ مین ہوا،

**میری ابتدائی تعلیم**

مین نے سب سے پہلے تجوید قرآن کا رسالہ تحفۃ الاطفال[۱] شیخ موسیٰ حرانی سے پڑھا، پھر اپنے شہر کے دوسرے اساتذہ سے صرف ونحو، حساب، الجبرا[۲]، جغرافیہ، تاریخ اسلام اور فارسی مین شیخ عطار کا پند نامہ، شیخ سعدی کی گلستان پڑھی، نحو وادب شیخ شعبان فوزی سے اور تاریخ اسلام شیخ محمد ناظم حلبی سے خاص طور سے پڑھی، جس سال میری ابتدائی اور متوسط تعلیم ختم ہوئی، اسی سال مین نے عوامل[۳] کا فارسی

[۱] اس کے مصنف شیخ رضوان مخلاتی ہین، [۲] ان متنوع مضامین سے اندازہ ہوتا ہے کہ بچوں کی ابتدائی تعلیم مین ان کی ہر طرح کی تعلیمی ضرورتوں کو پیش نظر رکھا جاتا تھا،

[۳] عربی قواعد کی کتاب،



نظم مین ترجمہ کیا جو بہت پسند کیا گیا، خاص طور سے اساتذہ نے میری اس کم عمری کی کوشش کی بڑی تحسین کی، ۱۳۱۲ھ مین جب کہ میری عمر ۱۷ سال کی تھی، مین نے مزید متوسط اور اعلیٰ تعلیم کے لئے استنبول کا سفر کیا، وہان مین قاضی حسن الالمانی کے مدرسہ دار الحدیث مین داخل ہو گیا[۱]، اور اپنے چچا شیخ موسیٰ کاظم کوثری (متوفی ۱۳۵۳ھ) کے یہان قیام کیا، میرے چچا عالم تھے، مدرسہ کے علاوہ مین نے ان سے بھی صرف ونحو اور عروض وبلاغت کی متداول کتابین پڑھین، انھون نے زبانی بہت سی قیمتی باتین بھی املا کرائین، پھر استاذ وقت علامہ شیخ ابراہیم حقی کے درس مین شریک ہوا، یہان شرح جامی، علاقات المجاز، مختصر المعانی، شفاء قاضی عیاض، شرح عقائد نسفیہ مع حواشی ملا عبد الحکیم سیالکوٹی، تفسیر بیضاوی کا کچھ اور در المختار کا پہلا حصہ مع تقریر ابن عابدین وغیرہ کتابین پڑھین، مین اب تک جتنے اساتذہ کی خدمت مین گیا تھا، اُن سے زیادہ ذکی اور ذہین آدمی کسی کو نہین پایا، مگر افسوس ہے تکمیل سے پہلے ہی ۱۳۱۸ھ مین انکا انتقال ہو گیا، اور مین نے اپنے بعض رفقاء کے ساتھ مشہور محدث حسن بن عبد اللہ کی خدمت مین جا کر رموز الاحادیث کا سماع کیا، پھر بعض دوسرے اساتذہ سے تمام علوم متداولہ کی تکمیل کی[۲]، اس سلسلہ مین قابل ذکر بات یہ ہے کہ انھون نے ثلاثیات بخاری شیخ احمد طاہر علائی سے سنی تھی، جو شاہ عبد الغنی دہلوی کے شاگرد کے شاگرد تھے، اسی طرح آثار امام محمد کی اجازت بھی انھون نے شیخ ہی کے ایک شاگرد کے شاگرد سے حاصل کی تھی مروجہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنیکے بعد ۱۳۲۵ھ مین اُس امتحان مین بیٹھا جسمین کامیاب ہونیکے بعد علماء کو درس وتدریس کی اجازت ملتی تھی، اس امتحان مین کامیاب ہو گیا، کامیابی کے بعد جامع سلطان محمد فاتح مین اپنا الگ حلقۂ درس قائم کیا، اللہ کے فضل سے میرے درس مین طلبہ کا کافی ہجوم ہوا، یہان تک کہ ایک ہی سال مین دو سو سے زیادہ طالب علم میرے حلقۂ درس مین آگئے، یہ بھی اللہ کا فضل تھا کہ اس نے جلد ہی علماء کے حلقہ مین میری ایک حیثیت قائم کر دی، پھر نئے نظام تعلیم[۳]

[۱] یہ مدرسہ قاضی صاحب نے ۱۲۸۰ء مین قائم کیا تھا، [۲] مشہور ومعروف عالم احمد شاکر کے شاگرد تھے، انھون نے تمام کتابون اور اساتذہ کا نام لکھا ہے مگر قصداً انھین حذف کر دیا گیا ہے، [۳] اسکی تفصیل نہین کی ہے کہ وہ نیا نظام تعلیم کیا تھا،

کے ماتحت، مجھے بلاغت اور عروض وغیرہ کی تعلیم پر مقرر کیا گیا، یہ وہ زمانہ تھا جب پہلی جنگ عظیم شروع ہو چکی تھی، اس زمانہ مین مجھے معہد العلم کے انتظام کے لئے قسطمونی بلا لیا گیا، تقریباً تین سال تک معہد کے انتظامی امور کی نگرانی کے ساتھ درس و تدریس کا کام بھی یہان انجام دیتا رہا، تین سال کے بعد پھر دار الخلافہ آستانہ واپس چلا آیا، یہان مجھے مدارس عربیہ کے متخصصین کے سامنے علوم قرآن پر درس دینے کے لئے مقرر کیا گیا، چنانچہ کئی برس تک یہ مبارک فرض انجام دیتا رہا، اس اثنا مین علوم قرآن پر جو مخطوطہ یا مطبوعہ کتابین مجھے مل سکین، ان سب سے استفادہ کرتا رہا، یہان تک کہ علوم قرآن پر دو جلدون مین ایک جامع کتاب تیار ہو گئی، جو اپنے موضوع پر دائرۃ المعارف تھی مگر افسوس ہے کہ اس قیمتی کتاب کے مسودات ضائع ہو گئے[1]،

جنگ عظیم کی ابتدا سے پہلے مین جامعہ عثمانیہ ترکی مین ہدایہ اور تاریخ فقہ اسلامی کے تخصص کے

---

[1] اس کتاب کے مسودات کے ضائع ہو جانے کی کچھ تفصیل مجھ سے مولانا محمد یوسف صاحب بنوری نے جو آجکل دار العلوم ٹنڈو الہ یار خان مین شیخ التفسیر ہین ۱۹۴۵ء عیسوی مین سورت مین بیان کی تھی وہ یہ ہے، مولانا یوسف صاحب تخریج زیلعی کی طباعت کے سلسلہ مین مصر گئے ہوئے تھے، وہان ان سے علامہ زاہد الکوثری کا سے ملاقات ہوئی تو انھون نے بتایا کہ

"مین نے علوم قرآنیہ پر ایک بہت جامع کتاب لکھی تھی، جسے مین حضر و سفر مین ہمہ وقت اپنے ساتھ رکھتا تھا، ایک بار دریا مین کشتی کے ذریعہ سفر کر رہا تھا، سوء اتفاق کشتی کو کوئی ایسا حادثہ پیش آیا کہ پوری کشتی تہ آب ہو گئی، کشتی کے تمام مسافر غرق ہو گئے، مگر کچھ اللہ کا فضل ایسا ہوا کہ مین کسی طرح بچ گیا، گو میری جان تو بچ گئی مگر دو شدید نقصان ہوئے، ایک تو "علوم قرآنیہ" کے مسودات ضائع ہو گئے، دوسرے میری دماغی صلاحیت خصوصیت سے قوت حافظہ بالکل ہی جاتی رہی، اس سے پہلے مین نے جو کچھ لکھا تھا اب اس مین سے کوئی چیز بھی میرے حافظہ مین محفوظ نہین ہے، یہ واقعہ آٹھ برس کے بعد مین ضبط تحریر مین لا رہا ہون، ممکن ہے کہ روایت مین کچھ لفظی و معنوی رد و بدل ہو گیا ہو، اس غرق آبی کی طرف ایک ہلکا اشارہ مولانا ابو الوفا صاحب نے بھی کیا ہے آخر مین اس کا تذکرہ آئے گا،



امتحان مین بھی بیٹھا تھا، اور اس مین ممتاز حیثیت سے کامیاب ہو چکا تھا، جس زمانہ مین مین معہد العلم مین علوم قرآن پر درس دیتا تھا، اسی زمانہ مین مجھے اس خدمت کے علاوہ حکومت نے ایک دوسری خدمت یہ سپرد کی کہ مجھے پوری مملکت کے دینی مدارس کا ناظم بنا دیا گیا، یہ اس شعبہ کا سب سے بڑا عہدہ تھا، جو مجھے عطا کیا گیا تھا، مگر اس عہدہ پر متمکن ہونے کے بعد بھی نہ تو مین نے علوم قرآن کا درس بند کیا اور نہ میری تحصیل علم کی پیاس ہی بجھی، مین نے اسی زمانہ نظامت مین شیخ صدر الدین سے اربعین العجلونیہ کا سماع کیا، شیخ موصوف کو اس کتاب کا سماع شیخ محمد سے جو ابن عابدین کے شاگرد تھے، حاصل تھا، شیخ صدر الدین نے مجھے تمام متداول کتابون کی اجازت مرحمت فرمائی، صرف ابن عربی کی کتابون کی اجازت نہین دی، اس کی وجہ یہ تھی شیخ مذکور امام ابن تیمیہ سے بہت زیادہ متاثر تھے، اور ابن تیمیہ ابن عربی کے بارے مین اچھی رائے نہین رکھتے تھے،

آستانہ چھوڑنے سے دو سال پہلے مجھے ناظم تعلیمات کے عہدہ سے ہٹا دیا گیا، اس کی وجہ یہ ہوئی کہ مدارس دینیہ پر جو زیادتی ہو رہی تھی[1]، اس کے خلاف مین نے حکومت سے احتجاج کیا، اس کے اعلیٰ عہدہ دارون نے غور و خوض کے بعد میری علٰحدگی ہی کو اس مسئلہ کا حل سمجھا، مگر علٰحدگی کے بعد بھی مین بدستور درجہ تخصص مین تعلیم دیتا رہا، پھر کچھ ہی دن کے بعد ترکی مین جدید انقلاب آیا[2]، اس کی وجہ سے مین ترکی چھوڑنے پر مجبور ہوا، اور وہان سے مصر چلا آیا، اس کے بعد سے اب تک مصر ہی مین مقیم ہون، اس ۲۳، ۲۴ سال کی مدت مین صرف دو بار مصر سے باہر دمشق تک گیا، دمشق کے پہلے سفر مین شیخ محمد سعید ابو الخیر ابن عابدین، اور محدث وقت سعید محمد بن جعفر کتانی کی مجالس درس مین شریک ہوا، دوسرے سفر مین بھی متعدد علمائے اکتساب فیض کیا، اسی طرح مصر کے بہت سے علماء سے بھی مین نے استفادہ کیا،

---

[1] افسوس ہے کہ یہ بات انھون نے واضح نہین کی ہے، ورنہ اس زمانہ کے ترکی کے علمی حالات پر کافی روشنی پڑتی

[2] اس کو بھی موصوف نے واضح نہین کیا ہے، غالباً ۲۳ء اور اس کے بعد مصطفےٰ کمال نے جو انقلاب کیا تھا اسی کی طرف اشارہ ہو گا،

ترکی چھوڑنے کے بعد بڑی عسرت کی زندگی رہی، جب کوئی ذریعۂ معاش نہیں رہ گیا، تو میں ترکی کی بعض تاریخی علمی یادگاروں کو عربی میں منتقل کرنے لگا جس سے مجھے پندرہ پونڈ مل جاتے تھے، اس سے گذر اوقات ہوتی تھی، مگر جب میری صحت جواب دینے لگی تو یہ کام رک گیا، مگر اللہ تعالیٰ نے یہ صورت پیدا کر دی کہ بعض اہل خیر کی کوشش سے اوقاف خیریہ سے آٹھ پونڈ میرا وظیفہ مقرر ہو گیا، غالباً یہ رقم آخر عمر تک ملتی رہی،

اپنی تالیفات کی فہرست دینے کے بعد انھوں نے لکھا ہے کہ میں اپنی ان تالیفات کا ذکر نہیں کرتا، جو میں نے اپنے وطن میں کی تھیں، اس لئے کہ بجز ایک کتاب "ارغام المرید فی توسل المریدین" کے تمام کی تمام ضائع ہو گئیں، سمجھنا چاہئے وہ لکھی ہی نہیں گئیں،

یہاں تک تو علامہ زاہد الکوثری کی خود نوشت سوانحعمری تھی، اس کے بعد مولانا ابو الوفا صاحب نے ان کے اخلاق و کردار، زہد و قناعت اور تصانیف کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے،

نہایت ہی کریم النفس، علم دوست، سیر چشم اور فیاض تھے، ان اوصاف میں ان کے جیسا آدمی میں نے نہیں دیکھا، انھوں نے ہمیشہ اپنی تصانیف اور دوسری اہم کتابیں تنہا مجھی کو نہیں بلکہ ہندوستان کے دوسرے علماء کو بھی ہدیۃً بھیجے تھے، مصر میں وہ بڑی عسرت اور تنگ دستی کی زندگی بسر کرتے تھے مگر اسکے باوجود جب بھی لجنہ [illegible] کیلئے نادر کتابیں یا نسخ و مخطوطات وغیرہ طلب کئے گئے، تو انھوں نے ہمیشہ نہایت ہی خندہ پیشانی کے ساتھ اپنے خرچ سے روانہ کئے، بلکہ بعض کتابوں کا فوٹو تک انھوں نے لیکر بھیجا، اور کبھی ایک پیسہ قبول نہیں کیا،

نہایت صابر، شاکر اور متحمل مزاج تھے، تنگ دست تھے، مگر اس کا اظہار شاذ و نادر ہی کرتے تھے، دوسرے مصائب و آلام کے علاوہ دائم المریض تھے، مگر کبھی حرف شکایت زبان پر نہیں لاتے، جب کبھی میں ان کے مرض کے بارے میں دریافت کرتا تو وہ اس کو چھپانے کی کوشش کرتے اور صرف اتنا لکھتے کہ میں پسند نہیں کرتا کہ حرف شکایت زبان پر لاؤں، بس اس بات کی دعا کیجئے کہ



خاتمہ بخیر ہو،

ان اخلاقی اوصاف کے ساتھ صاحب زہد و اتقاء بھی تھے، طریقۂ خالدیہ میں بیعت تھے، ساری عمر حق کے اعلان اور باطل کی تردید میں سینہ سپر رہے،

ان اوصاف کے ساتھ موصوف میں ایک کمزوری یہ بھی تھی کہ ان کو حنفیت میں غلو تھا، جس کی وجہ سے ان کی حق گوئی بسا اوقات حدِ اعتدال سے گزر جاتی تھی، اس پر ان کی متعدد کتابیں شاہد ہیں، مثلاً تانیب الخطیب، بلوغ الامانی وغیرہ، اور غالباً یہ اثر ترکی کے ماحول کا، جہاں فقہ حنفی کا پڑھنا پڑھانا، اور اس میں مہارت حاصل کرنا ہی اوجِ کمال سمجھا جاتا تھا، یہ مترجم کا ذاتی تاثر ہے، تقریباً بیس سال سے زائد مصر میں تصنیف و تالیف کا کام انجام دیتے رہے، مگر اس مدت میں کبھی ان کی صحت اچھی نہیں رہی، ان کے دائم المریض ہونے میں ان کی غرقابی کے حادثہ کو بڑا دخل ہے جس کا قصہ بڑا طویل ہے[1]، اس میں ان کی متعدد نادر کتابیں بھی ضائع ہو گئیں، اس کے بعد وہ تقریباً ایک سال تک اسپتال میں رہے، اور بظاہر بالکل اچھے بھی ہو گئے، مگر متعدد امراض خاص طور سے ذیابطیس جیسے مہلک مرض نے ان کے جسم میں جڑ پکڑ لیا تھا،

اس پیکر علم و فضل نے ۱۸ر ذوالحجہ ۱۳۷۱ھ ہجری کو سنیچر کے دن اس دار فانی کو ہمیشہ کے لئے الوداع کہا، اور اعلیٰ علیین میں اپنی جگہ بنالی،

یہ بھی ان کی خوش نصیبی تھی کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے جوار میں سپرد خاک کئے گئے، اللہ تعالیٰ آخرت میں بھی انبیاء و صدیقین کے ساتھ ان کو جگہ دے، مرحوم کے کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی، صرف ایک لڑکی تھی جو ان کی زندگی ہی میں انتقال کر چکی تھی، بڑی پُرحسرت زندگی تھی،

**علمی یادگار** گو ان کی کوئی مادی یادگار اس دنیا میں موجود نہیں ہے، مگر علمی اور روحانی

[1] مولانا نے اس کی کوئی تفصیل نہیں کی ہے،

یادگاریں اس کثرت سے چھوڑ گئے ہیں کہ دنیا اُن کو ہمیشہ یاد رکھے گی، اُن کی ۴۹ مستقل تصانیف ہیں، اور پچاس سے زائد کتابوں پر حاشیے اور مقدمے لکھے ہیں، ان کی تصانیف میں بعض معمولی رسالے بھی ہیں، اور بعض ضخیم کتابیں بھی، انکے حواشی اور مقدمے بھی بڑے کام کی چیزیں ہیں،

تقریباً تمام علوم متداولہ مثلاً حدیث و فقہ، تاریخ و تراجم، ادب و شاعری، کلام و فلسفہ پر انھوں نے اپنی یادگار چھوڑی ہے، ان کی تصانیف اور حواشی و مقدموں کی پوری تفصیل درج ذیل ہے،

تصانیف | الجواب الوافی فی رد الواعظ الاوفی۔ [2] الصحف المنتشرة فی شرح الاصول العشرة لنجم الدین الکبری، [3] ازاحة شبهة المعمم عن عبادة المحرم، [4] تفریح البال بحل تاریخ ابن کمال، [5] ارغام المرید فی شرح توسل المرید، [6] قرة النواظر فی آداب المناظر، [7] ترویض القریحة بمناهج الفکر الصحیحة، [8] اسعاد الراقی علی المراقی، [9] النقد الطاهی علی العقد الناهی علی قسم الاسماء من شرح الکافیة للجامی، [10] الروض الناضر الوردی فی ترجمة الامام الربانی السرهندی مجدد الف ثانی کی سوانح عمری، [11] حنین المتفجع وانین المتوجع، [12] المدخل العام للعلوم القرانیة اس میں اصول تفسیر، اسباب نزول، نسخ قرآن، جمع قرآن، رسم قرآن، طبقات مفسرین، اور روایت و درایت وغیرہ مباحث پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے، [13] تحذیر الخلف من مخازی ادعیاء السلف، [14] عتب المغترین بدجاجلة المعمرین، [15] تبدید الظلام المخیم من نونیة ابن القیم وهو تکملة الرد علیها، [16] التعقب الحثیث لما ینفیه ابن تیمیة من الحدیث، [17] ابداء وجوه التعدی فی کامل ابن عدی، [18] نقد الضعفاء للعقیلی، [19] صفعات البرهان، [20] لفت اللحظ الی ما فی الاختلاف فی اللفظ لابن قتیبة،



[21] التعلیقات المهمة علی شروط الائمة الخمسة للحازمی والستة للمقدسی، [22] رفع الریبة عن تخبیطات ابن قیتبة، [23] تذهیب التاج اللجینی فی ترجمة الامام البدر العینی، [24] بلوغ الامانی فی سیرة الامام محمد بن الحسن الشیبانی، [25] حسن التقاضی فی سیرة الامام ابی یوسف القاضی، [26] لمحات النظر فی سیرة الامام زفر، [27] الامتاع فی سیرة الامامین الحسن بن زیاد وصاحبه محمد بن شجاع، [28] الحاوی فی سیرة الامام الطحاوی، [29] نبراس المهتدی فی اجتلاء ابناء العارف و مرداش المحمدی، [30] فصل المقال فی تمحیص احدوثة الاوعال، [31] البحوث ...... الوفیة فی مفردات ابن تیمیة، [32] احقاق الحق بابطال الباطل فی مغیث الخلق لابن الجوینی، [33] قطرات الغیث من ترجمة اللیث، [34] النکت الطریفة فی التحدث عن ردود ابن ابی شیبة علی ابی حنیفة، [35] محق التقول فی مسئلة التوسل، [36] الاستبصار فی التحدث عن الجبر والاختیار، [37] تانیب الخطیب علی ما ساقه، امام ابوحنیفہ رح کے تذکرے میں خطیب بغدادی نے جو تنقید اور عیب چینی کی ہے، اس کتاب میں اس کا جواب دیا گیا ہے، [38] الترحیب بنقد التانیب، [39] التحریر الوجیز فیما یبتغیه المستجیز، [40] اقوم المسالک فی اخذ مالک عن ابی حنیفة واخذ ابی حنیفة عن مالک، [41] الاشفاق علی احکام الطلاق اس میں ان لوگوں کے قول کی تردید کی گئی ہے جو تین طلاق کو ایک شمار کرتے ہیں، [42] عبر التاریخ خلفاء عبیدیہ پر کچھ لکھا ہے، [43] تعطیر الانفاس بذکر سند ابن ارکماس، [44] الافصاح عن حکم الاکراہ فی الطلاق والنکاح، [45] نظرة عابرة فی مزاعم من ینکر نزول عیسیٰ علیه السلام فی الآخرة، [46] رفع الاشتباه فی حکم کشف الراس ولبس النعال فی الصلاة، [47] الفوائد الوافیة فی العروض والقافیة، [48] التعلیقات علی خصائص مسند الامام احمد لابی موسی المدینی، والمصعد الاحمد لابن الجزری، [49] تعلیقة علی مناقب الامام ابی حنیفة وصاحبیه للذهبی، [50] نقد متن وتعلیق علی رسالة

ابی داؤد تقدمۃ وتعلیق علی ذیول طبقات الحفاظ للحسینی والتقی بن فہد والجلال السیوطی تذکرۃ الحفاظ پر امام سیوطی اور ابن فہد نے جو ذیل لکھے ہیں ان پر یہ مقدمہ ہے۔ تقدمۃ وتعلیق علی التبصیر ابی المظفر الاسفرائینی فی الفرق تقدمۃ وتعلیق علی تبیین کذب المفتری فی الذب عن الامام الاشعری لابن عساکر، تقدمۃ وتعلیق علی التنبیہ والرد علی اہل الاہواء والبدع لابی الحسین الملطی تقدمۃ وتعلیق علی الفرق بین الفرق لعبد القاہر البغدادی تقدمۃ وتعلیق علی الانصاف فیما یجب اعتقادہ ولا یجوز الجہل بہ لابی بکر الباقلانی تقدمۃ وتعلیق علی کشف اسرار الباطنیۃ للحمادی، تقدمۃ وتعلیق علی اللمعۃ وافعال العباد والقدر وما الی ذلک للشیخ ابراہیم الحلبی المذاری، تقدمۃ وتعلیق علی مراتب الاجماع لابن حزم تقدمۃ وتعلیق علی النبذ لابن حزم فی اصول المذہب الظاہری تقدمۃ وتعلیق علی الانتصار للمذہب الصحیح للامام سبط ابن الجوزی، تقدمۃ وتعلیق علی اختلاف الموطآت للدارقطنی وکشف المغطا فی فضل الموطا لابن عساکر، تقدمۃ وتعلیق علی الاسماء والصفات للبیہقی، تقدمۃ وتعلیق علی منیۃ الالمعی للحافظ قاسم بن قطلوبغا، تقدمۃ وتعلیق علی الرسائل الثلاثۃ للامام الاعظم ابی حنیفۃ (العالم والمتعلم والفقہ الابسط ورسالتہ الی عثمان البتی) تقدمۃ والتعلیق علی الغرۃ المنیفۃ فی تحقیق بعض مسائل الامام ابی حنیفۃ للسراج عمر الغزنوی الہندی شارح الہدایۃ، تقدمۃ وتعلیق علی حقیقۃ الانسان والروح للجلال الدوانی، تقدمۃ وتعلیق علی العقیدۃ النظامیۃ للامام الحرمین تقدمۃ وتعلیق علی زغل العلم للذہبی تقدمۃ وتعلیق علی دفع التشبیہ لابن



الجوزی، تقدمۃ وتعلیق علی شرح المقدمات الخمس والعشرین فی توحید اللہ لموسی بن میمون الاسرائیلی القرطبی الفیلسوف، تقدمۃ بیان مذہب الباطنیۃ وبطلانہ لمحمد بن الحسن الدیلمی الیمانی، تقدمۃ طبقات ابن سعد تقدمۃ ذیل الروضتین لابی شامۃ تقدمۃ نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ، تقدمۃ ترتیب مسند الامام الشافعی لمحمد عابد السندی تقدمۃ الحدائق فی الفلسفۃ العالیۃ لابن السید البطلیوسی، تقدمۃ نہادس النجاری للاستاذ رضوان محمد رضوان، تقدمۃ اشارات المرام من عبارات الامام للعلامۃ کمال الدین البیاضی فی العقائد، تقدمۃ العالم والمتعلم لابی بکر الوراق الترمذی تقدمۃ الثمرۃ البہیۃ فی الاسماء البدریۃ للحقی، کلمۃ جامعۃ عن الروض النضیر شرح المجموع الفقہی فی مذہب الزیدیۃ، تقدمۃ الحور العین لنشوان الحمیری تقدمۃ الاعلام الشرقیۃ للاستاذ زکی مجاہد، تقدمۃ انتقاد المغنی عن الحفظ والکتاب تقدمۃ النہضۃ الاصلاحیۃ للاسرۃ الاسلامیۃ للاستاذ الکبیر المغفور لہ مصطفی الحمامی خطیب الجامع الزینبی، تقدمۃ منتہی الخطباء للاستاذ الکبیر الحمامی المذکور، تقدمۃ براہین الکتاب والسنۃ للعلامۃ الاستاذ العارف باللہ الشیخ سلامۃ العزامی۔

---

# آثار علمیہ و ادبیہ

## مکاتیب مولانا حبیب الرحمن خان شروانی مرحوم

### بنام

### مولینا سید سلیمان ندوی

۱۸ رجب المرجب ۱۳۵۶ھ

مکرمی! السلام علیکم و رحمۃ اللہ،

کل ایک خط بھیجا ہے نامۂ سامی ۱۴ رجب کا پیش نظر ہے، اس سے دلی مسرت ہی کہ آپ مع الخیر اپنے کاموں میں مشغول ہیں، بارک اللہ فیہا،

سیرۃ کا اخلاقی حصہ دو ثلث چھپ چکا، یہ دوسرا مژدہ ہے، مبارک،

تاریخ ہند کے متعلق خدا کرے دکن میں کامیابی ہو، اگر تمدن نگار یہاں آسکتے تو غالبًا بہت سی چیزیں اُن کے ڈھب کی یہان بھی نظر آجاتیں، شال وغیرہ لکھنو میں منشی احتشام علی صاحب کے یہان بھی ہے عظیم الشان ذخیرہ سالار جنگ کے یہان حیدرآباد میں ہوا ہے وہاں اور جگہ بھی، مگر سالار جنگ اُنکی کی اجازت دیدینگے،

سیرۃ کی تاریخ کی تکمیل ایک تاریخی کارنامہ ہے، جامعہ عثمانیہ نے بھی اس میں کاوش کی تھی، مثنوی سنائی کابل پہنچ گئی، اس سے اطمینان ہوا، منشآت سنائی حاضر ہیں، سوال



لائق کاتب کا ہے، تجویز کیجئے، یہان نہیں ہے، پٹنہ کی کارروائی ایک تازہ ثبوت اس کا ہو کہ دماغ واقعات سے ناآشنا ہیں نہ آشنا ہونا چاہتے ہیں،

ملک کی ساری بہبودی تنگ نظری کے سامنے بھینٹ کی جاتی ہے، شمالی ہند میں ہندوستانی بولی جاتی ہے، اور حصوں میں بھی جاتی ہے، میرا بارہ برس کا تجربہ دکن کا ہے کہ وہان بھی مثل اتر کے بولی جاتی ہے، صرف لہجہ یا بعض الفاظ اور محاورے کا فرق ہے، بہرحال فائدہ اٹھانا چاہئے لڑائی ترک کرنی چاہئے،

یقین کیجئے میرا دل بہار کی حاضری کو بہت چاہتا تھا، مگر اسباب مانع رہے، اب کمال افسوس ہی،

مدرسے بیشک ہیں، مگر یہ مدرسے تو آدمیوں کو بلکہ آدمیت کو مٹا رہے ہیں، اس لئے کہ ان میں آدمی نہیں،

مولوی مسعود علی محوی کا دیوان فارسی چھپا ہے، ایم اے او کالج کے بی اے ہیں، علامہ شبلی مرحوم کی تربیت و فیض صحبت نے اُن کو شاعر بنا دیا، جن کے کلام میں ذوق و لطف فارسی ہے، حالانکہ کالج میں شاعری کا کورس نہ تھا، اب شبلی کہاں علیہ الرحمۃ،

آج کل اخبار طلبہ کی جس پر تہذیب و شائستگی کی خبریں شائع کر رہے ہیں، ان سے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں،

والسلام ختم الکلام

حبیب الرحمن خان

(۲)

۲۳ مارچ ۳۸ء

مکرمی السلام علیکم

مارچ کے معارف میں آپ نے جو سماترا کے دو جدید الاسلام طالب علموں کے وظیفوں کے

بابت اپیل کی ہے، کچھ عرصہ ہوا کہ مولوی عبدالماجد صاحب نے مجھکو اس بارے میں لکھا تھا، اور میں نے لکھدیا تھا ......... کہ اُن کو بلا لیجئے، وظیفے کا انتظام ہو جائے گا، شذرہ لکھتے وقت آپ کو اس کا علم نہ ہوا ہو گا، یعنی اس لئے لکھتا ہوں کہ آپ کو زحمت انتظار نہ ہے، اس کے اعلان کی ضرورت نہیں طلبہ کے آجانے پر انشاء اللہ دارالعلوم میں ناظم صاحب کے معرفت وظیفے پہنچتے رہیں گے،

حبیب الرحمٰن

(۳)

۲۹ اکتوبر ۱۹۳۶ء　　　　۱۴ رمضان المبارک ۵۵ھ

مکرمی

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ،

کل سامی نامہ ملا ممنون ہوں، الحمد للہ سفر پٹنہ میں انبساط و شگفتگی کا ہی سامان رہا، خستگی یا تکان محسوس بھی نہیں ہوئی، تحریک بھی بآسانی صاف ہو گئی،

دیسنہ کے تمتع کا شوق سر آنکھوں پر، دسمبر میں لیگ کے جلسے میں شرکت کا ارادہ ہے، اللہ تعالیٰ راست لائے اس موقع پر اگر آیا ہوا تو دیسنہ ایک وقت کے قیام کی مسرت حاصل کر سکے گا، میرے قلب نے ان بستیوں کی سیر سے جو روحانیت حاصل کی اس کا بیان دشوار ہے،

عزیز القدر مولوی مسعود عالم کا نام طرداً کانفرنس گزٹ سے معلوم ہو گیا تھا، اس کی بنا پر ایک خط میں نے بھی لکھدیا ہے، میرا خیال ہے کہ ایک فال ہمایوں بادشاہ کی بھی ہے، خط آپ بھی لکھدیں،

نیمن صاحب کا مضمون حرف بحرف پڑھنا تو میرے لئے ممکن نہیں، ہاں اتنا (طبیعت پر جبر کر کے) پڑھ لیا کہ انداز معلوم ہو گیا، حیرت ہے کہ ایک فاضل ادیب کے قلم سے ایسے رکیک اور سخیف الفاظ کس طرح نکلے، بہرحال بزم معارف کلوخ دشنگ سے پاک و صاف رہنی چاہئے،

میں نیمن صاحب کو لکھتا ہوں کہ مضمون قابل اشاعت نہیں،



مولوی مسعود علی صاحب کو سلام شوق،

حبیب الرحمٰن

(۴)

حبیب گنج ضلع علی گڑھ،

۱۸ جون ۳۹ء

مکرمی　　　　السّلام علیکم ورحمۃ اللہ،

جون کے معارف میں "تمہید" کے عنوان کا مضمون لفظ بلفظ پورے شوق و توجہ سے پڑھا، اس سے پہلے مئی کے مضمون کی بابت آپ کو لکھ چکا ہوں، بہرحال ان دونوں مضامین سے آپ کا ایک نیا ادبی ذوق ظاہر ہوا، جو محققانہ ہے، اس کا جاری رہنا عام فائدے کا ضامن ہو گا، اگر تعصب کی مدد نہ ہوا تو آپ کی تحقیق کا جواب دیا جانا بظاہر ممکن نہیں،

والسّلام:　　　　حبیب الرحمٰن

مکرر مولینا سید سلیمان اشرف صاحب مرحوم کے متعلق شذرہ خوب ہے، مولانا کی عمر ساٹھ برس کی ہوئی، کاش مذہبی خیالات کے متعلق بلحاظ معارف کی پالیسی کے تذکرہ نہ ہوتا، مولینا کے استاد مولینا احسن استھانوی بہاری کس سلسلے میں تلمذ رکھتے تھے،

(۵)

۱۷ اکتوبر ۳۹ء　　　　۳ رماہ مبارک ۱۳۵۸ھ

مکرمی!　　　　السّلام علیکم ورحمۃ اللہ،

عرصہ سے خیریت دریافت نہیں ہوئی، دارالعلوم کا نظم ونسق آپ نے تفصیل سے دیکھ لیا ہو گا، اس کی بابت کیا انتظام پیش نظر ہے، مولوی مسعود علی صاحب کے ہاتھ میں وقف آنا اچھا ہوا، ان کے انتظام کو کافی

حاصل ہو، دار العلوم کی ساری مالی دشواریاں انشاء اللہ رفع ہو جائیں گی، بحمد اللہ یہاں خیریت ہے، ۲۹ رشعبان روز شنبہ کو صاف رویت ہوئی، ماہ مبارک اپنی برکات کے ساتھ شرف افزا ہے، مولوی مسعود علی صاحب کو سلام، دار المصنفین کی پرسکون صحبتیں یاد آتی رہتی ہیں،

حبیب الرحمٰن

مسجد دار المصنفین میں محراب ہو رہی ہوگی،

(۶)

مکرمی :-

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

عید مبارک آپ کو اور رفقاے دار المصنفین کو، دو گرامی نامے پیش نظر ہیں، اور منتظر جواب ۱۲، ۱۵ ماہ مبارک کے، جواب وقت پر نہ لکھا جا سکا، وجہ غفلت نہ تھی، وقت نہ مل سکا، آپ نے دار العلوم کا کام اہتمام سے ہاتھ میں لیا ہے، مبارک ہو، بڑا کام ہے اوقاف کی جائداد کا اہتمام بھی صحیح انداز پر شروع ہوا، یہ بھی مبارک ہو، انشاء اللہ تعالیٰ مالی دقت رفع ہو جائے گی،

الندوہ کا اجرا دوبارہ بہت مناسب ہوگا بے زبانی رفع ہو جائے گی، ہر مد کی آمدنی اسی میں محفوظ ہو کر خرچ ہونا ضروری ہے، مدرسین کا انتخاب لازم، خلاصہ جملہ تجاویز مناسب وعین مصلحت ہیں، میرے قابل جو خدمت ہو اس کے لئے حاضر ہوں،

سوانح شبلی کے متعلق جو تاریخیں مطلوب ہیں، ان کا جواب دریافت کرکے انشاء اللہ لکھوں گا،

الحمد للہ حجاج کا راستہ کھلا، قائلین اب جا سکے گا، مولوی سید حسین احمد صاحب جا رہے ہیں براہ راست مدینہ طیبہ گیا، قائلین ان کے ساتھ جا سکتا ہے، مولوی مسعود علی صاحب کو سلام و تبریک عید،

حبیب گنج ۲۹ شوال ۱۳۵۸ھ

حبیب الرحمٰن



ستمبر ۱۹۴۰ء

مکرمی

السلام علیکم

شکر کرم : طبقات المفسرین کا مصر میں چھپنا حال ہی میں معلوم ہوا تھا، اسی سے شوق پیدا ہوا، ابنا، شرف الدین کے یہاں سے جواب کم ملتا ہے، مقصد یہ تھا کہ کوئی اور سبیل نکلے،

ایران کی کتابیں کیسے ملیں، کلکتہ میں ایک اشتہار دیکھ کر دل خوش ہوا، کتابیں انتخاب کیں اور بھیجا معلوم ہوا دوکان بند ہے، دوکاندار ترک کلکتہ کر چکے، کتاب التفہیم فی صناعۃ التنجیم بیرونی کا نسخہ آپ کے توجہ سے مل جاے تو عین مسرت، مولانا مرحوم کا نسخہ سحابی بخشی یوں یاد آیا کہ حال میں ایک رذیون کے انبار میں سے اس کا نسخہ نکال کر خریدا ہے، خط دکا غذ نادر علاوہ رباعیوں کے اور اصناف کلام بھی ہیں قطعات مثنوی، چار ہزار سے زیادہ رباعیاں ہیں، ندوہ سے جواب آیا، اس میں دو ہزار ہیں، دار العلوم میں بہت خوب کام ہوا ہے، بارک اللہ، دل چاہتا ہے کہ میں کچھ مدد کر سکتا، سر دست اسباب مساعدت نہیں کر سکتے، ہال کی آبادی و درستی سے دل نے یہاں فرحت محسوس کی، کام کئے جائیں، اسی میں برکت ہے، لورڈ ڈنگ کا نام سیرت پر رکھئے احمدیہ سے ذہن اسطرف مشکل سے جائے گا، اس لئے کہ یہ نام مبارک عمومیت حاصل کر چکا ہے،

خیال ملاقات سے مسرت ہے،

اسی ہفتہ میں مولانا ابو الکلام آزاد کا خط آیا، گذشتہ صحبتوں کی یاد سے معمور ہے، ابھی جواب لکھا ہے،

"حبیب الرحمٰن خان"

........ ❀ ........

# ادبیات

## حشرِ جذبات

از

جناب ثاقب کانپوری

کہاں سے لاؤں میں فکرِ وسیع لامحدود  
اسیرِ دامِ تعین ہے کائناتِ وجود

بلاے جان ہیں یہی کثرتیں عقیدت کی  
حدِ نیاز ہی بنتی ہے کعبۂ مقصود

مرے ہی شوقِ فراواں نے گم کیا مجھکو  
ہر ایک گام پہ تھی ورنہ منزلِ مقصود

لطافتِ غمِ دوراں کا ہوگا کیا احساس  
ہزار ہا ہیں زمانے میں جب کہ دامِ قیود

اٹھا سکے گا نہ پردہ حقیقتوں کا کبھی  
جو ہو گیا ہے اسیرِ طلسمِ رنگِ شہود

ہے ذرے ذرے سے پیدا تجلیوں کا فروغ  
مگر ہے حسنِ خودآرا کو پھر بھی ذوقِ نمود

نہ کھل سکے گا مظاہر پرستیوں کا فریب  
یہ حسن کیا ہے اگر تو نہیں ہے خود موجود

میں جانتا ہوں وہی زندگی کا حاصل ہیں  
ہوئیں جو راہِ محبت میں کوششیں بے سود

بسی ہوئی ہے محبت کی ان میں اک دنیا  
نہ مٹ سکیں گے زمانے سے نقش ہاے سجود

کچھ اور بڑھتیں مسرت کی تلخیاں ثاقب  
اگر زمانے میں ہوتا نہ رنج و غم کا وجود



## غزل

از

جناب کیفی چریاکوٹی

طبیعتِ زندگی رہی گی حقیقتِ زندگی رہیگی  
تمام امید ہی ہو سب کچھ تمام امید ہی رہیگی

وہ صبح بھی صبح آنسوؤں کی یہ شام ہو شام سوزِ غم کی  
کہاں جلے گا چراغ دل کا اگر طبیعت بجھی رہیگی

یہ زندگی میری ہو نہ جائے اسی لئے مجھکو جاگنا ہے  
کھٹک ہو میرے نفس نفس میں اسی میں تو زندگی رہیگی

خود اپنے ہاتھوں سے دینے والے! نظر ادھر بھی پھرا کر  
نگاہ بھر دیگی دل کا دامن اگر کرم میں کمی رہیگی

یہ رات تاریک یاس کی ہو اسی میں امید پر نظر ہو  
مٹا مٹا سا جو داغِ دل ہو اسی کی کچھ روشنی رہیگی

جہاں ہے تخریبِ عشق کی حد وہیں سے تعمیرِ حسن کی ہو  
جہاں خوشی مٹ چکی ہو میری وہیں نئی اک خوشی رہیگی

اٹھا دیا دل نے گدگدا کر میں دل کے پہلو میں سو رہا تھا  
کروں گا آنکھوں کو بند کیونکر جو آنکھ دل کی کھلی رہیگی

نظر اٹھا کر تو دیکھ مجھکو کہ میری گردن جھکی ہوئی ہے  
جو شرم ہو میری عاشقی سے تو یہ تری بندگی رہیگی

نفس نفس کے یہ سرد جھونکے، امید اس سے لگائے رکھنا  
کہ آگ ہے زندگی کی کیفی! یہ آگ دل میں لگی رہیگی

# مطبوعات جدیدہ
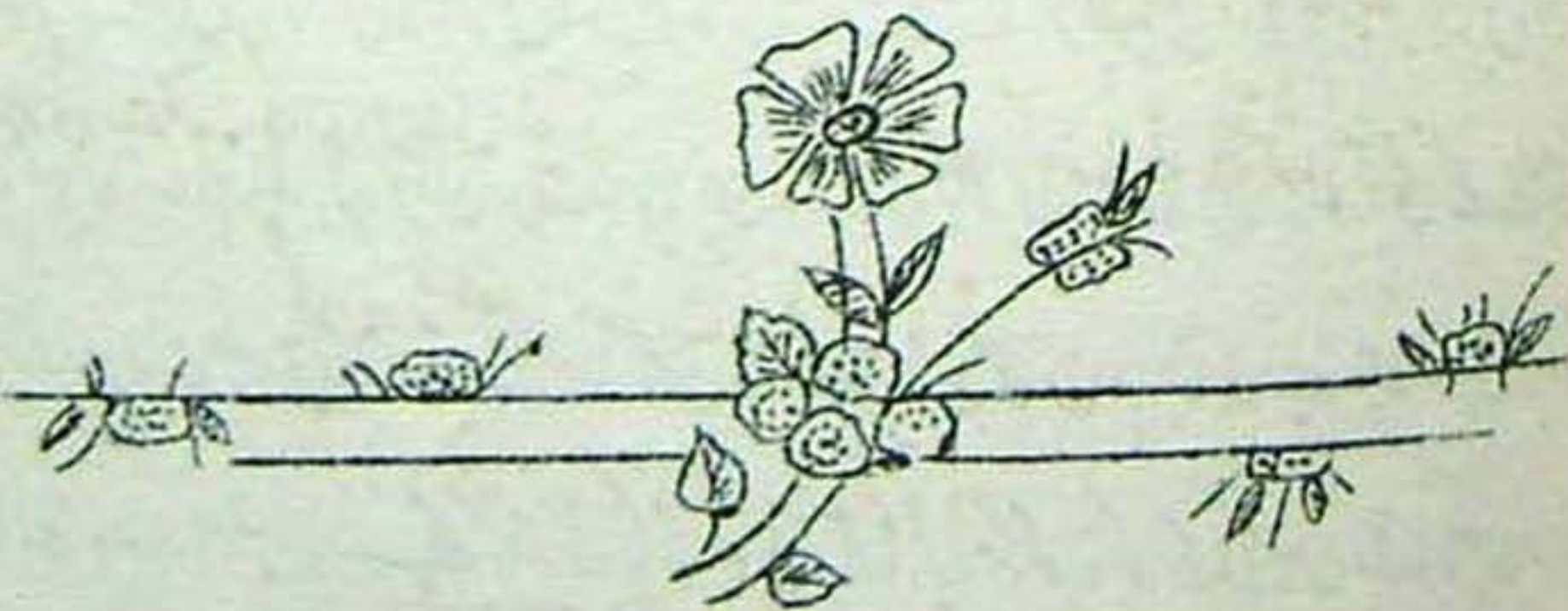
**نصرۃ القرآن** از مولانا عبد الحمید صاحب ارشد، تقطیع بڑی ضخامت ۳۳۶ صفحات
کاغذ، کتابت وطباعت بہتر قیمت مجلد باختلاف کاغذ پانچ روپیے، اور چھ روپیے، پتہ
یونائیٹڈ مجید موٹر کمپنی بندر روڈ کراچی نمبرا،

ادھر کچھ دنون سے پاکستان مین انکار حدیث کا فتنہ بہت بڑھ رہا ہے، یہ فتنہ اپنی مضرتون کے لحاظ سے قادیانیت سے بھی سخت ہے، اس کا مقصد دعوت الی القرآن کے پردہ مین اس کے احکام و قوانین اور تکلیفات شرعیہ سے آزادی ہے، اس لئے کہ قرآن مجید مین زیادہ تر اہم اصولی اور کلی تعلیمات ہین جن کی جزئیات کی تفصیل اور تشریح و وضاحت قول و عمل رسول سے ہوتی ہے، اس لئے اگر ان دونون کو نہ مانا جائے، تو پھر آیات قرآنی کی من مانی تاویلات کی آزادی مل جاتی ہے، مثلاً قرآن مین اسلام کے ارکان اربعہ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کے بھی تفصیلی احکام و مسائل نہین ہین، اور وہ قول رسول سے معلوم ہوتے ہین، اگر اس کو ناقابل اعتبار قرار دیدیا جائے، تو پھر ان احکام کی جو تاویل بھی دل چاہے کر دیجائے، چنانچہ اہل قرآن صرف دو یا تین وقت کی نمازین مانتے ہین، اور اس کے لئے بھی کوئی خاص ہیئت ضروری نہین سمجھتے، اقامت صلوٰۃ سے مراد مسلمانون کا نظام اجتماعی لیتے ہین، اہل استطاعت کے لئے روزہ ضروری نہین سمجھتے، اور فدیہ کو کافی سمجھتے ہین، زکوٰۃ کو کوئی معین مقدار نہین مانتے، بلکہ اس کو دینے والے کی مرضی پر منحصر کرتے ہین، حج کو صرف فرض کفایہ سمجھتے ہین، اور اس کو دنیا کی



کانفرنس سے زیادہ حیثیت نہین دیتے، غیر حجاج کے لئے عید اضحیٰ مین قربانی کے قائل نہین، اور اسکو اتلاف مال و جان سمجھتے ہین، یوم آخرت سے مراد دنیا ہی کا مستقبل، اور جنت و دوزخ سے دنیا ہی کا ترقی و تنزل مراد لیتے ہین، دوسرے احکام و مسائل مین بھی اسی قسم کی تاویلین کرتے ہین، اس طرح قرآن مجید صرف کامیاب دنیاوی زندگی بسر کرنے کا ایک ضابطہ رہ جاتا ہے، اس لئے منکرین حدیث درحقیقت اس زمانہ کے باطنی ہین، جن کا مقصد اسلام کی تخریب ہے، فاضل مصنف نے مذکورہ بالا کتاب مین منکرین حدیث کے اعتراضون کے جوابات دیئے ہین، اور آیات قرآنی مین اُن کی تاویلات فاسدہ کی تردید کی ہے، اس حیثیت سے یہ کتاب مفید ہے، مگر انھون نے زیادہ تر بعض منکرین حدیث کی کتابون اور اُن کے اعتراضات کو پیش نظر رکھا ہے، اس لئے نفس حجیت حدیث کی بحث تشنہ رہ گئی ہے، جو اس فتنہ کی اصل بنیاد ہے، اور اعتراضات کے جوابات تو بہت دیئے جا چکے ہین، خود معارف مین اس موضوع پر بہت سے مضامین نکل چکے ہین، اور مشکل ہی سے منکرین حدیث کا کوئی اعتراض ایسا ہوگا، جس کا جواب نہ دیا گیا ہو، اس کتاب مین اس پر تفصیلی بحث کی ضرورت تھی کہ اگر حدیثون کو غیر معتبر مانا جاتا ہے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت، نزول قرآن اور اسلام کی دعوت وغیرہ اس کی پوری ابتدائی تاریخ ہی مشتبہ ہو جاتی ہے، اس لئے کہ اس کا مدار صرف احادیث پر ہے، اسی لئے تاریخ کی حد تک منکرین حدیث بھی اُن کو ماننے پر مجبور ہین، اور قرآن مجید کی تفسیر و تاویل مین اس کا انکار صرف اس کے احکام اور پابندیون سے آزادی کے لئے کرتے ہین، درحقیقت حدیثون کے رد و قبول، اُن کی روایت اور تدوین مین جس قدر احتیاط برتی گئی ہے، اگر اس کے بعد بھی حدیثین غیر معتبر ہین تو دنیا کی کوئی شہادت بھی معتبر نہین کہی جا سکتی، اور پوری انسانی تاریخ افسانہ بن جاتی ہے، اس سلسلہ مین فن حدیث و رجال، اصول روایت و درایت اور تدوین حدیث کی تاریخ وغیرہ پر تفصیلی بحث کی ضرورت تھی، جس پر مصنف نے محض سرسری نگاہ ڈالی ہے، اس کے علاوہ منکرین حدیث زمانہ کے مذاق کے مطابق ایسے رنگ مین اعتراضات کو پیش کرتے ہین جن کو جدید ناواقف طبقہ آسانی

کے ساتھ قبول کرلیتا ہے، اس لئے اس کے جواب میں بھی دینی نقطۂ نظر کے ساتھ اس طرز کا کی کی اور لکھنے کی ضرورت تھی، جس کی جانب مصنف نے کم توجہ کی ہے، تاہم اصولی اور تحقیقی حیثیت سے یہ کتاب منکرین حدیث کا شافی جواب ہے، یہ امر تعجب انگیز ہے کہ پاکستان میں قادیانیوں کے خلاف تو اتنا بڑا ہنگامہ بپا ہوا، مگر منکرین حدیث کے خرافات کی جانب کسی کی توجہ نہیں، جن کا فتنہ قادیانیوں سے کم نہیں، بلکہ کچھ زیادہ ہی ہے، یہ تو اسلام کی پوری تعلیم ہی کو مسخ کرنا چاہتے ہیں، اس لئے حکومت پاکستان کو ایسے گمراہ کن لٹریچر کی اشاعت ہی کی اجازت نہ دینی چاہیے،

**تعلیم قرآن کا بہترین نصاب**
مرتبہ جناب مولانا محفوظ الرحمٰن صاحب نامی مجموعی قیمت ہے، پتہ: مکتبہ ترجمۂ قرآن ناظر پورہ بہرائچ،

مسلمانوں کی زندگی کا دستور العمل قرآن مجید ہے، اور اسی سے اُن کی دینی و دنیوی سعادت و شقاوت وابستہ ہے، اس لئے اس کی تعلیم فرض موکد کی حیثیت رکھتی ہے مگر تعلیم تو کجا اس کی تلاوت کی توفیق بھی بہت کم مسلمانوں کو ہوتی ہے، اور جو لوگ پڑھتے بھی ہیں، ان میں سے بیشتر اس کے معانی و مطالب کو نہیں سمجھتے، مگر اب تک یہ کمی ایک حد تک اس طرح پوری ہو جاتی تھی کہ جن لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم کا موقع نہیں ملتا تھا، وہ اردو زبان کے ذریعہ ضروری مذہبی معلومات حاصل کر لیتے تھے مگر اب ہندوستان کے مسلمان اس سے بھی محروم کئے جا رہے ہیں، اور سرکاری تعلیم گاہوں میں مسلمان بچوں کو جو تعلیم دی جا رہی ہے، اس کو ان کے دین و ملت اور تہذیب و کلچر سے کوئی تعلق نہیں، اس لئے اگر ان کی مذہبی تعلیم کا الگ انتظام نہ کیا گیا، تو آیندہ نسلیں اپنے مذہب اور اپنی روایات سے بالکل بیگانہ ہو جائیں گی، اس لئے اب ان کی مذہبی تعلیم پہلے سے بھی زیادہ ضروری ہو گئی ہے، مولانا محفوظ الرحمٰن صاحب نے اس مقصد کے پیش نظر مذہب کے اصلی سرچشمہ یعنی قرآن مجید کی تعلیم کا پورا نصاب اردو میں مرتب کر دیا ہے، ان کو پرانے طرز تعلیم کا بھی تجربہ ہے، اور جدید تعلیمی اصولوں سے بھی وہ واقف ہیں، اس لئے



انھوں نے دونوں کا لحاظ کر کے یہ نصاب مرتب کیا ہے، اس لئے وہ تعلیمی اور مذہبی دونوں حیثیتوں سے بہت مفید ہے، اور اس میں عربی اور اردو کی حرف شناسی سے لیکر قرآن مجید اور عربی زبان کی تعلیم کا پورا نصاب ہے، اس کے پانچ حصے اور ایک ابتدائی قاعدہ ہے، اور ہر حصہ میں جدید تعلیمی اصولوں کے مطابق قرآن مجید کے الفاظ، نقروں اور آیات کے ذریعہ عربی کے الفاظ، اُن کے معنی، صرف و نحو، املا و انشاء، قرآن مجید کے معانی اور ترجمہ کی تدریجی تعلیم کے اسباق مرتب کئے گئے ہیں، اور آیات کے انتخاب میں اسلام کے ضروری عقائد و تعلیمات کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے، اس طرح اس نصاب سے عربی زبان، مذہبی عقائد اور قرآن مجید کے ترجمہ سب کی تعلیم ایک ساتھ ہو جاتی ہے، اور وہ تعلیمی حیثیت سے اتنا سائنٹفک اور آسان ہے کہ ہر عمر کا آدمی اس کے ذریعہ چند دنوں میں بقدر ضرورت عربی زبان سے واقف ہو جاتا ہے، اور اس میں قرآن کو سمجھنے اور اس کے ترجمہ کی پوری استعداد پیدا ہو جاتی ہے، اس لئے یہ نصاب اس لائق ہے کہ اسکو تمام اسلامی مکاتیب و مدارس میں جاری کیا جائے، اور جہاں مکاتب نہ ہوں وہاں خود اس نصاب تعلیم کے حلقے قائم کئے جائیں، لائق مرتب نے یہ نصاب لکھ کر ایک بڑی مفید علمی و دینی خدمت انجام دی ہے،

**اردو صحافت کی تاریخ**
مرتبہ جناب مولوی امداد صابری صاحب تقطیع چھوٹی ضخامت ۲۰۰ صفحات، کاغذ کتابت و طباعت معمولی قیمت مجلد ہے، پتہ امداد صابری صاحب چوڑی والان دہلی،

اردو صحافت کی تاریخ پر اردو زبان میں مضامین تو بہت سے نکل چکے ہیں، مگر اس موضوع پر کوئی مستقل کتاب نہیں تھی، مصنف نے مذکورہ بالا کتاب لکھ کر یہ کمی پوری کی ہے، اردو صحافت کی تاریخ انیسویں صدی عیسوی کے ربع اول سے شروع ہوتی ہے، اس کتاب میں اس زمانہ سے لیکر انقلاب ۵۷ء کے پہلے تک کے اخبارات و رسائل کی مختصر تاریخ قلمبند کی گئی ہے، اور اس طویل مدت میں جسقدر اخبارات نکلے اور مصنف کو تلاش سے ان کا پتہ چل سکا ہے، ان سب کے اجراء کے سنہ ان کے اڈیٹروں اور ناشروں

کے نام اخبار کی خصوصیات اُس کے مضامین کی نوعیت وغیرہ جملہ ضروری معلومات جمع کر دیئے گئے ہیں، یہ موضوع بہت خشک ہے، مگر مصنف نے جابجا اخبارات کی مختلف النوع خبرون کے اقتباسات بھی دیدیئے ہین، جس سے اس کتاب میں بڑی دلچسپی پیدا ہوگئی ہے، اور اس کا فائدہ بھی بڑھ گیا ہے، اور اس سے اس زمانہ کے مذاق و رجحان سیاسی و معاشرتی حالات اور دوسرے مختلف قسم کے معلومات اور تقریبًا نصف صدی کی اجمالی سیاسی تاریخ سامنے آجاتی ہے، دوچار اخبارات کے سرصفحہ کے فوٹو بھی دیدیئے ہین، کتاب کے شروع مین ہندِ قدیم کے زمانہ سے لے کر تیموریون کے عہد تک خبر رسانی کے ذرائع کے مختصر حالات ہین، مجموعی حیثیت سے کتاب مفید اور اردو لٹریچر مین اچھا اضافہ ہے، اور اس مین اخبارات کی تاریخ کے ساتھ ہندوستان کی نصف صدی کی اجمالی سیاسی سرگذشت بھی آگئی ہے،

**طبی حشریات** از جناب ڈاکٹر سید محمد غوث صاحب ایم بی بی ایس تقطیع چھوٹی، ضخامت ۱۴۴ صفحات کاغذ، کتابت وطباعت بہتر، قیمت عار پتہ ہ۔ (۱) ڈاکٹر سید محمد غوث ہیلتھ آفیسر سکندرآباد چھاؤنی، و (۲) دفتر المسیح بازار نور الامراء حیدرآباد دکن،

متعدی امراض زیادہ تر مچھر، پسو، کھٹمل، مکھی اور اسی قبیل کے دوسرے کیڑون کے ذریعہ پھیلتے ہین، جن سے لاکھون جانین ضائع ہوتی ہین، اردو مین اس موضوع پر بہت کم لکھا گیا ہے، اس لئے مصنف نے ان حشرات الارض اور ان سے پیدا ہونے والے امراض کے متعلق ضروری معلومات جمع کر دیئے، اور وضاحت کے لئے اُن کی قلمی تصویرین بھی دے دی ہین، اگر مصنف نے اُن کے اثرات سے بچنے کے طریقے بھی لکھدیئے ہوتے، تو یہ کتاب اور بھی مفید ہوجاتی، اپنے موضوع کے لحاظ سے یہ رسالہ طلبہ وعام کے مطالعہ کے لائق ہے،

"م"



جلد ۷۲ ماہ ذی حجہ ۱۳۷۲ھ مطابق ماہ ستمبر ۱۹۵۳ء عدد ۳

مضامین



مقالات



آثارِ علمیہ وادبیہ



ادبیات



باب التقریظ والانتقاد